مسئلہ

رفع یدین

پر

امین محمدی اور علی زئی کا تعاقب

ابوالحقائق مولانا غلام مرتضےٰ ساقی مجددی

اویسی بک سٹال جامع مسجد رضائے مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
پیپلز کالونی گوجرانوالہ

مبشر قادری

مسئلہ رفع یدین

پر

امین محمدی اور علی زئی کا تعاقب

ابوالحقائق مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

اویسی بک سٹال
پیپلز کالونی گوجرانوالہ





نام کتاب .... مسئلہ رفع الیدین

مصنف .... ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

کمپوزنگ .... ایمان گرافکس، لاہور

ناشر ....

باردوم .... جنوری 2008ء بمطابق ذوالحجہ 1428ھ

تعداد 1100

ہدیہ **100**

ملنے کے پتے

مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام سرکلر روڈ، گوجرانوالہ

مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ نزد چوک میلاد مصطفیٰ، گوجرانوالہ

مکتبہ جمالِ کرم دربار مارکیٹ (ستا ہوٹل)، لاہور

مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ، لاہور

میلاد پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور

اویسی بکسٹال، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ

کرمانوالہ بک شاپ، دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ فیضانِ اولیاء مسجد عمر روڈ کاموکی

مکتبۃ المدینۃ المنورہ، دربار مارکیٹ، لاہور

انتساب

حبر الامت، مفتیٔ بارگاہِ رسالت

صاحبِ نعلین و وسادۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

سیدنا ومولانا، الامام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

و ارضاہ عنا

کے

مبارک نام!

جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (اختلافی) رفع یدین کے بغیر نماز پڑھا کر بتادیا کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز مند

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

0300-7422469

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
بِکُلِّ هَوْلٍ مِنْ اَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

فہرست

سخنہائے گفتنی

از:

مناظرِ اسلام عمدۃ المحققین

حضرت مولانا محمد کاشف اقبال

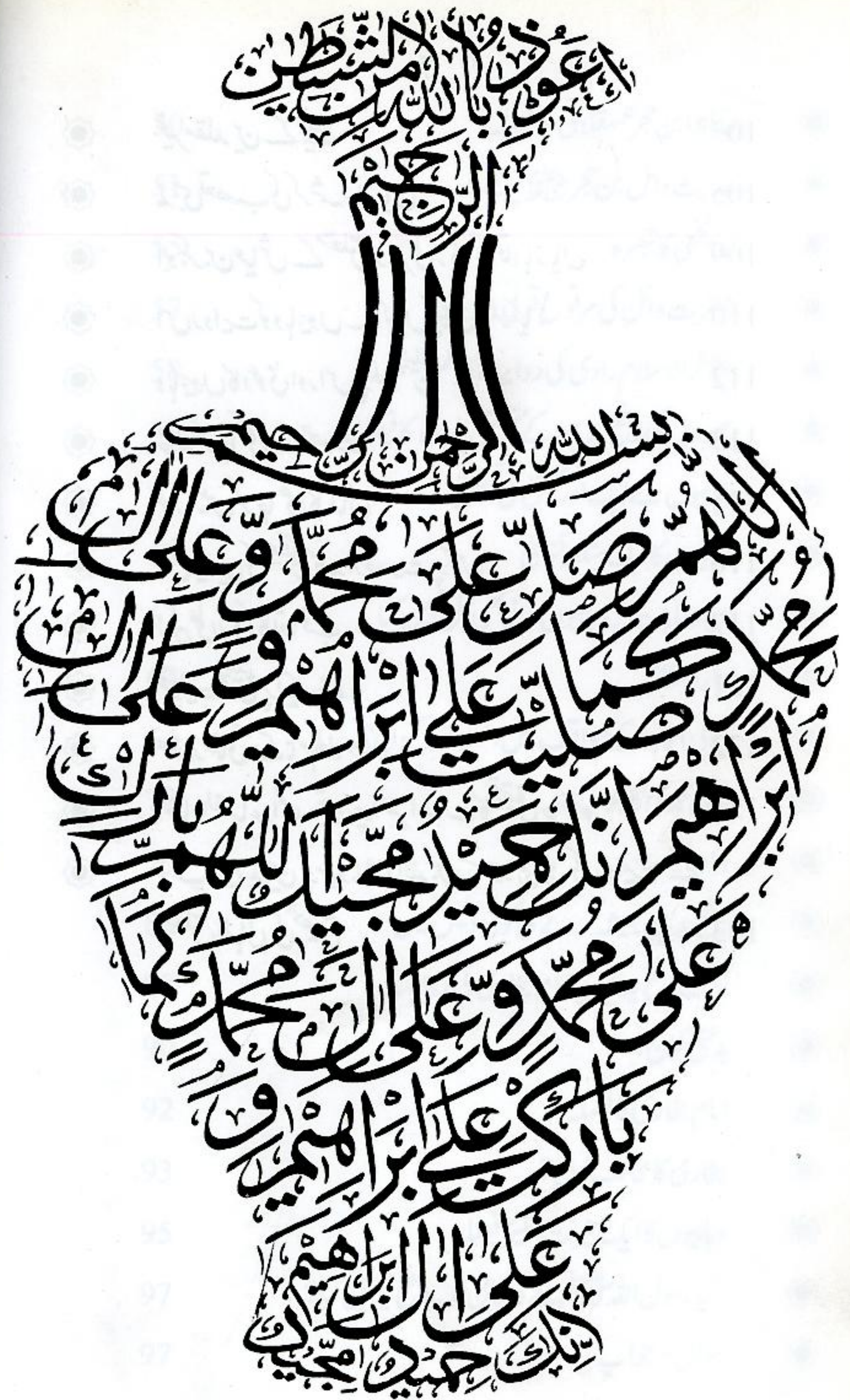
خان مدنی قادری حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل سنت و جماعت کا مذہب برحق ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر تمام محدثین کرام، اولیاء کرام اور عامۃ الناس اسی مذہب پر کاربند رہے۔ اس بات کو وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''آج سے اسی سال قبل سبھی مسلمان انہی عقائد والے تھے جن کو آج حنفی بریلوی خیال کیا جاتا ہے''۔ (شمع توحید 53)

وہابیہ کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی نے ترجمان وہابیہ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ انگریز کے منحوس قدم برصغیر میں لگنے سے پہلے لوگ اہل سنت حنفی تھے۔

مگر آج کل غیر مقلدین وہابیہ عوام کو یہ تاثر دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور اہل سنت بریلوی مشرک وبدعتی اور ان کے مسائل قرآن وحدیث کے مخالف ہیں، حالانکہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ وہابیہ کی بنیادی انبیاء واولیاء (علیہم السلام و رحمۃ اللہ علیہم) کی توہین کرنا ہے اور یہ اپنے کفریات کو چھپانے کیلئے اہل سنت کے خلاف غلط پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ عقائد کے بجائے فروعی مسائل پر ہی سارا زور لگا دیتے ہیں اور اسے ایمان وکفر تک لے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارا اصولی اختلاف وہابیہ سے فروعی



مسائل میں نہیں بلکہ عقائد میں ہے کہ یہ لوگ انبیاء واولیاء کے گستاخ و بے ادب ہیں اوراس بات کاان کے بڑوں کو بھی اقرار ہے۔

چنانچہ مولوی داؤد غزنوی صاحب کہتے ہیں ''جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ،ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔

(داؤد غزنوی ص ۱۳۶)

مزید کہا:

''دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہلِ حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں ہے''۔ (صفحہ ۸۷)

وہابیہ کی یہ عادت ہے کہ عقائد کے بجائے فروعی مسائل (جن میں رفع یدین سر فہرست ہے) پہ ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے دعویٰ ''رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز تک رفع یدین کیا ہے'' پر کوئی صحیح ،صریح ،مرفوع ،غیر معارض روایت موجود نہیں ہے۔

برادرِ مکرم ،مناظر اسلام ،عمدۃ المدرسین ، فاضل جلیل ، عالم نبیل ،مولانا ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی نے وہابیہ کے اس دعویٰ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں جو زیر نظر کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس رسالہ کے لکھنے کے کیا اسباب ہیں؟......اختصاراً ملاحظہ ہوں! علامہ ساقی صاحب کی ایمان افروز اور باطل سوز کتاب ''محققانہ فیصلہ'' جب منظر عام پر آئی تو دنیائے وہابیت سٹپٹا اٹھی ،کوئی تو منہ چھپانے لگا اور کوئی مغلظات بکنے لگا۔ بعض دل جلوں نے تو یہاں تک چیلنج دے دیا کہ ہم ساقی صاحب کو عدالت میں بلائیں گے۔ (چشمِ بددور) ہمیں انتظار رہے گا کہ وہ اپنے اس چیلنج کو عملی جامہ کب پہناتے ہیں لیکن جب یہ کتاب وہابیہ کے مناظر محمد امین محمدی (مہتمم جامعہ نصر العلوم عالم چوک،

گوجرانوالہ) کے پاس پہنچی تو وہ تلملا کر تحریری مناظرہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چند احباب کو علامہ ساقی صاحب کے پاس بھیج کر ان سے مؤقف کا مطالبہ کیا۔ ساقی صاحب نے اپنا سوال دہرایا کہ صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے وفات تک رفع الیدین ثابت کرو، لیکن وہابی صاحب نے جواب نہ دیا...... کچھ دن گذرے تو ایک آدمی کے ہاتھ ایک کاغذ پر مسئلہ رفع الیدین پر تین حدیثیں لکھ بھیجیں۔ لیکن اپنے مؤقف سے کوسوں دور رہے۔ جس کی تفصیل زیرِ نظر کتابچہ میں موجود ہے۔ بعدازیں وہابیہ نے ایک خط (سراپا خبط) لکھا، حضرت نے اس کا بھی تیاپانچا کردیا۔

افادۂ عام کیلئے دونوں طرف کی تحریر کو شائع کیا جارہا ہے......اور آخر میں اسی مسئلہ پر حضرت کا ایک علمی تحقیقی ،فتویٰ بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس مخالفین کے مذہب کی حقیقت کو جان سکیں اور حق و باطل کی پہچان ہو۔

اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زبیر علی زئی کے مزعومات کا بھی تعاقب کردیا گیا ہے۔ مناظرِ اسلام مولانا غلام مرتضیٰ ساقی مجددی زید مجدہٗ نے متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں، جو وہابیہ سے آج بھی نقد جواب طلب کررہی ہیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ متعدد مناظروں میں وہابیہ کو شکستِ فاش دے چکے ہیں۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کے علم، عمل میں برکت فرمائے اور قرآن و حدیث کی ترویج واشاعت اور مذہب اہل سنت و جماعت کے دفاع کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

العبد الفقیر

محمد کاشف اقبال خان مدنی
شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ
0300-4128993

عرضِ حال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ حقیقت ہے کہ افتراق، انتشار، شورش، ہنگامہ آرائی اور فتنہ وفساد وہابی فرقہ کی عادتِ ثانیہ ہے، گویا کہ یہ عناصر ان لوگوں کی گھٹی میں شامل ہیں، اگر کسی گاؤں یا محلّہ میں ان کا ایک فرد بھی ہو تو پورے علاقے کے امن کو تباہ کرنا وہ اپنا مسلکی فریضہ سمجھتا ہے، ہندوستان میں جب انگریز کے بل بوتے پر اس فرقہ نے اپنی جماعت کا سنگِ بنیاد رکھا تو اس وقت بھی ہر طرف فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی تھی اس پر خود وہابیہ کے گھر سے بھی متعدد شواہد موجود ہیں، جس کی تفصیل راقم الحروف نے ''مطالعۂ وہابیّت'' میں لکھ دی ہے۔ آج بھی یہ لوگ ہر جگہ اپنی فطرت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ گوجرانوالہ میں ان کے ایک نمائندہ (صفدر عثمانی) نے نوشہرہ روڈ نزد اعوان چوک نے چند سال قبل ایک اشتہار بنام ''یہ مسائل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں'' شائع کر کے عوام الناس میں اپنی شہرت کا موقع تلاش کیا۔ اس کے محاسبہ کے طور پر راقم نے یہ ''مسائل ثابت ہیں''، ''تحقیقی محاسبہ'' اور ''محققانہ فیصلہ'' یکے بعد دیگرے شائع کر کے اس کا ناطقہ بند کر دیا اور آئینہ میں ان کی صورت دکھاتے ہوئے مؤخر الذکر دونوں کتابوں میں چند ایسے مسائل بھی شامل کر دیئے، جن پر وہابیوں کا عمل ہے لیکن وہ بسند صحیح رسول اللہ ﷺ سے ہرگز ثابت نہیں۔ ہماری اس کاوش سے جہاں اہلسنت نے زبردست تحسین وآفرین کی اور ان مسائل کی وجہ سے وہابیوں کے بڑوں بڑوں کا منہ

بند کر دیا، وہاں فرقہ وہابیہ کو بھی نہایت صدمہ ورنج ہوا، انہوں نے اپنے مختلف ''علماء'' کو بار بار جھنجھوڑا لیکن انہیں جواب دینے کی سکت اور ہمت نہ ہوئی اور وہ اپنی عوام سے جان چھڑاتے رہے۔

یاد رہے کہ ہم نے وہ کتابیں صفدر عثمانی گوجرانوالہ، عبدالرشید ارشد آف جلہن اور الیاس اثری گلبرگ کالونی، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ وغیرہ کو ارسال کی تھیں لیکن جواب نہیں ملا حتیٰ کہ یہ بات چلتی چلتی امین محمدی (مہتمم جامعہ نصر العلوم عالم چوک گوجرانوالہ) کے پاس پہنچی، چونکہ ''محققانہ فیصلہ'' میں ان کے نام لکھا گیا ایک مکتوب بھی شائع کیا گیا تھا، اس لئے ہم نے اپنی کتاب انہیں بھی ارسال کی، پہلے تو وہ پریشان ہوئے، بعد ازیں انہوں نے محض اپنے حواریوں کو خوش کرنے کیلئے کہہ دیا کہ میں ان مسائل کے جوابات لکھوں گا، جب ان کی یہ بات ہمارے احباب تک پہنچی تو انھوں نے فوراً ان سے رابطہ کیا کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے ان کے جوابات تحریر کر دیں۔ تا کہ ان کے علمی رسوخ اور تحقیقی وثوق کی حدود اربعہ معلوم ہوں۔ شاید امین محمدی صاحب اس گمانِ فاسد میں تھے کہ میری اس ''بڑ'' کو چیلنج نہیں کیا جائے گا اور میں اپنے بے خبر وہابیوں میں اپنی مصنوعی عزت کی دھاگ بٹھا لوں گا، لیکن جب ہمارے صوفی محمد رفیق صاحب نے ان کی ناک میں دم کر دیا اور ان کیلئے بھاگنے کا کوئی بہانہ نہ چھوڑا تو اب امین صاحب امانت ودیانت کا خون کرنے لگے اور شکن آلود پیشانی سے پسینہ پونچھ کر بولے کہ آپ ساقی صاحب سے ان مسائل میں سے کسی مسئلہ پر ان کا مؤقف لکھوا لائیں تو ہم سے فوراً جواب پائیں۔ ہمارے احباب نے جب ہمیں ان کی یہ بے ڈھنگی بات ہمیں سنائی تو ہم نے کہا کہ انہیں یہ بات کرتے ہوئے کچھ تو خیال کرنا چاہیے تھا کیونکہ ہم نے ''محققانہ فیصلہ'' میں ان مسائل کے متعلق دوٹوک لکھ دیا تھا کہ

"وہابیوں کے یہ مسائل بسند صحیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں" اب اگر انہیں ان مسائل میں سے کسی مسئلہ پر طبع آزمائی کا شوق دامنگیر ہے تو انہیں اصول اور ضابطے کے مطابق ہمیں تحریر ارسال کرنی چاہئے تھی کہ آپ کے شائع کردہ فلاں مسئلہ پر میرا بحث کرنے کا ارادہ ہے، اور اس کے متعلق آپ کا موقف غلط ہے، جس کے درج ذیل دلائل ہیں، تاکہ ہمیں کچھ کہنے کا موقع بھی ملتا۔ ہمارا موقف پہلے سے تحریری صورت میں موجود ہے، آپ ان سے کہہ دیں کہ وہ اپنا مؤقف بھیج کہ اپنا شوق پورا کر لیں!...... ہمارے دوستوں نے اسی دوران بتایا کہ وہ مسئلہ رفع الیدین پر بات کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ عقائد واصول سے متعلقہ مسائل کو چھوڑ کر ایک عملی اور فروعی مسئلہ پر گفتگو کی ابتداء کرنا بھی عجیب ترین ہے۔ چلیں اگر وہ اسی کو پسند کرتے ہیں تو بھی ہمیں کوئی انکار نہیں ہے۔ آپ ان سے فوراً ان کے مؤقف کا مطالبہ کریں۔ لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ اس مسئلہ کو نامزد کرنے کے باوجود اپنا مؤقف لکھ کر دینے سے قاصر رہے، وہابی لوگ اس مسئلہ کو اپنا مسلکی نشان قرار دیتے ہوئے جگہ جگہ چیلنج کرتے پھرتے ہیں۔ لیکن امین محمدی اپنے اس مسلکی نشان کو بھی ثابت کرنے کی خاطر اپنا مؤقف بتانے کیلئے جب کسی طرح بھی تیار نہ ہوئے اور محض جان چھڑانے کیلئے بار بار ہم سے مطالبہ کرتے رہے، تو ہم نے ان کی حقیقت بتانے کی خاطر پہلے کی طرح وہابیوں کی اس بے اصولی کو بھی قبول کرلیا اور انہیں اپنی ایک تحریر ارسال کر دی...... جس میں ہم نے ان کی پیش کش پر اظہار مسرت کرتے ہوئے، اپنے مؤقف کو دوہرایا اور ان کے مؤقف پر دلائل طلب کیئے۔ جس کے جواب میں انہوں نے ایک صفحہ پر تین حدیثیں لکھ بھیجیں۔ اور شاطرانہ چال یہ چلی کہ نہ تو اس میں اپنا مؤقف لکھا اور نہ ہی اس کی توضیح کی، نہ ہی ہمارا یا ہماری کسی تحریر کا ذکر کیا، نہ ہمیں

مخاطب کیا اور کمال یہ کہ اس پر اپنا نام بھی پورا نہ لکھا، جیسا کہ وہ عام طور پر لکھا کرتے تھے، اور اپنا ایڈریس بھی ظاہر نہ کرکے بقول صفدر رعثمانی خود کو مجہول بنا ڈالا۔

یاد رہے کہ ہماری تحریر 31/5/2004 کو بھیجی گئی جبکہ ان کی تحریر 20/6/2004 کو موصول ہوئی...... تقریباً بیس دنوں میں وہ اپنی جماعت کے مفتی، مناظر، محقق، محدث اور شیخ الحدیث وغیرہ کہلانے کے باوجود اپنا مؤقف بھی نہ بتا سکے اور ڈھنگ سے تحریر بھی نہ لکھ سکے۔ چنانچہ ہم نے ان کا محاسبہ کرتے ہوئے 22 جولائی 2004 کو بڑے سائز کے سولہ صفحات پر مشتمل ان کا جواب لکھا جو کہ کتابی شکل میں "کیا رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع یدین کیا ہے" کے نام سے چھپ کر مارکیٹ میں بھی پہنچ گیا اور صوفی رفیق صاحب خود اپنے ہاتھوں سے امین صاحب کو بھی تھما آئے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ بس ایک دو روز میں اس کا جواب لکھ دیا جائے گا۔ لیکن تقریباً ایک سال کا طویل عرصہ بیت جانے کے باوجود ان کے "ایک دو روز" کی مدت پوری ہونے کا نام نہ لے رہی تھی، ادھر ہمارا کتابچہ عوام وخواص کے پاس پہنچا اور خراج تحسین وصول کیا اور ادھر جب وہابی اس کو دیکھتے تو ان کے ماتھوں پر شکن پڑ جاتیں، مضطرب، بے چین اور بے قرار ہوتے لیکن کچھ نہ کر سکتے تھے، اس لیے دلِ مضطرب لیے مجبوراً خاموش ہو جاتے۔ جبکہ ہمیں جواب کا شدت سے انتظار تھا۔ جب ہمارے انتظار کا پیمانہ لبریز ہوا تو ہم نے صوفی رفیق صاحب سے صورت حال معلوم کی توانہوں نے بتایا کہ میں نے انہیں بار بار یاد دلایا ہے وہ ہر بار ٹال دیتے ہیں، بلکہ میں ان کے تلامذہ اور حواریوں کو بھی کہہ کہہ کر تھک گیا ہوں انہیں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی، تاہم ہمارے متعدد بار شرم دلانے پر "مرتا کیا نہ کرتا" کے مصداق ان کی طبیعت میں کچھ ارتعاش پیدا ہوا تو انہوں نے صوفی رفیق صاحب کے نام ایک خط لکھا اور "وہی

بے ڈھنگی چال جو پہلے تھی اب بھی ہے'' کے مطابق شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کی چند عربی عبارات لکھیں، لیکن ترجمہ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ ہم نے ان کے اس خط کا بھی بھرپور علمی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لے کر انہیں ساکت ولا جواب کر دیا، ہمارا یہ جواب 11 اگست 2005 کو مکمل ہوا۔ اور اب اگست 2007 کو تقریباً پورے دو سال گزر جانے پر بھی ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا، ادھر دوستوں کا پیہم اصرار تھا کہ دونوں جوابات یکجا شائع کر دیئے جائیں تا کہ افادہ و استفادہ عام ہو سکے۔ لیکن راقم الحروف اپنے مخلصین کو صرف اسی بناء پر ٹالتا رہا کہ پہلی بار جب کتابی شکل میں جواب امین محمدی صاحب کو موصول ہوا تو ان پر دشوار گزرا اور ان کا کہنا تھا کہ جواب کتابی شکل میں نہیں آنا چاہئے تھا، اگرچہ ان کا یہ ضابطہ قرآن وسنت سے ہرگز ثابت نہیں۔ لیکن ہم نے اب کی بار انہیں طویل موقع دے دیا تا کہ وہ یہ عذر لنگ دوبارہ پیش نہ کر سکیں۔

اب ہم پوری دیانت کے ساتھ دونوں طرف کی تحریریں شائع کر رہے ہیں اور منصف مزاج حضرات سے انصاف کی امید رکھتے ہیں کہ وہ رضائے خداوندی اور جذبۂ حق سے سرشار ہو کر حق و باطل کا فیصلہ کریں گے۔

امین محمدی صاحب کے ایک شاگرد نے ہمارے بعض احباب کو قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ پر بھی پریشان کیا اور ہمیں کہا کہ آپ امین محمدی صاحب سے مناظرہ کر لیں ہم نے انہیں یہ بتانے کے باوجود کہ وہ ابھی تک ہمارے مقروض اور ہمارے اعتراضات کے بوجھ تلے دبے کراہ رہے ہیں، ایک تحریر لکھ دی کہ شاید اب کی بار انہیں جوش آجائے، لیکن اس بار بھی انہوں نے اصول و دیانت اور امانت کا خون کرتے ہوئے خود کو بچانے میں ہی ہاتھ پاؤں مارے، ہم نے وہ تحریر بھی آخر میں منسلک کر دی ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آسکے۔ اور آخر میں وہابیہ کے مایہ ناز محقق زبیر علی

زئی کے مایہ ناز مزعومات کا بھی محاسبہ کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں اور کئی اضافات ہیں، جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خیر اندیش:

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

0300-7422469

مرکزی جامع مسجد شہیدیہ قلعہ دیدار مصطفیٰ ﷺ

ضلع گوجرانوالہ



ہمارا پہلا خط:

جناب محمد امین محمدی صاحب

والسلام علی من اتبع الھدیٰ!

آپ نے ہمارے دوستوں سے وعدہ کیا ہے کہ ہماری کتاب ''محققانہ فیصلہ'' میں درج شدہ باون مسائل میں مسئلہ نمبر ۶ یعنی ''حضور نے وفات تک رکوع کے وقت رفع یدین کیا ہے'' (صفحہ ۹۹) ثابت کریں گے۔

ہمیں آپ کی اس پیش کش پر دلی مسرت ہوئی ہے، اب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مناظرہ کی طرف اقدام کریں...... اور اس موقف پر دلائل دے کر مسئلہ کو اختتام تک پہنچائیں۔ شکریہ!

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

خادم الحدیث

جامعہ تنظیم الاسلام نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ

31/05/2004

-----------------

امین محمدی کا جواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

1- عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوٰۃ کبر و رفع یدیہ و اذا رکع رفع یدیہ و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ و اذا قام من الرکعتین رفع یدیہ و رفع ذلک ابن عمر الی النبی ﷺ۔

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے (یعنی رفع الیدین کرتے) اور جب رکوع کرتے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب دو رکعت پڑھ کر اُٹھتے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور اسے نبی ﷺ تک مرفوع کرتے۔ یعنی بتاتے کہ یہ عمل محمد مصطفیٰ ﷺ کا معمول ہے۔ (بخاری جلد اول صفحہ ۱۰۲)

2- حضرت ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مالکؓ بن حویرث کو دیکھا جب نماز پڑھتے اللہ اکبر کہتے اور رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور بتاتے کہ نبی ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے۔

عن ابی قلابۃ انه رأی مالک بن الحویرث اذا صلی کبر و رفع یدیہ و اذا اراد ان یرکع رفع یدیہ و اذا رفع رأسه من الرکوع رفع یدیہ و حدث ان رسول اللہ علیہ و سلم صنع ھکذا۔

(بخاری جلد اول صفحہ ۱۰۲)

3- ان وائل بن حجر اخبرہ قال قلت لا نظرن الی صلوة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف یصلی فنظرت الیہ فقام فکبر و رفع یدیہ حتی حاذ تابا ذنیہ ثم وضع یدہ الیمنیٰ علی کفہ الیسری و الرسغ و الساعد فلما ارادان یرکع رفع یدیہ مثلھا قال و وضع یدیہ رکبتیہ ثم لما رفع رأسہ رفع یدیہ مثلھا ثم سجد—— الخ۔ (نسائی جلداول صفحہ ۱۰۵)

حضرت مالک بن حویرث اور وائل بن حجر نبی ﷺ کے آخری ایام میں مسلمان ہوئے۔

محمد امین بن عبدالرحمٰن

غرہ جمادی اولی ۱۴۲۵ھ

۲۰ جون ۲۰۰۴ء

نوٹ: امین محمدی نے اپنے اس مختصر سے خط میں کئی اغلاط، تحریفات اور تلبیسات کا مظاہرہ کیا ہے، ’’ﷺ‘‘ پر اکتفا کیا، پورا درود لکھنے کے بجائے صرف علیہ وسلم لکھا۔ پہلی روایت کا ترجمہ عربی عبارت کے بعد اور دوسری کا ترجمہ پہلے لکھ کر عربی بعد میں لکھی۔ اور دونوں روایتوں کے آخر میں ماضی مطلق کا ترجمہ ماضی استمراری والا کر کے دھوکہ بھی دیا اور جھوٹ بھی بولا۔ اور تیسری روایت کی عربی عبارت تو لکھی لیکن ترجمہ نہ لکھا، آخر میں جو جملہ لکھا ہے اسے روایت کا ترجمہ ظاہر کر کے فریب کیا ہے۔

-----☆☆☆-----

ہمارا دوسرا خط:

باسمہٖ تعالیٰ

اثبات رفع الیدین کے دلائل کا تجزیہ

جناب محمد امین بن عبدالرحمٰن (محمدی) صاحب! آپ نے اہل سنت (احناف) اور غیر مقلدین کے مابین اختلافی رفع الیدین کے اثبات پر تین روایتیں ارسال کی ہیں لیکن ان تینوں روایات میں ایک بھی صحیح، صریح اور غیر معارض مرفوع روایت نہیں ہے جس میں موجود ہو کہ اختلافی رفع الیدین رسول اللہ ﷺ نے وفات تک کیا ہے۔ پیش کردہ روایات ہمارے مطالبے کے برعکس ہیں، ہمارا مطالبہ اسی طرح برقرار ہے، تاہم ان روایات پر قدرے گفتگو پیش خدمت ہیں۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما پر بحث:

بخاری شریف جلد اول صفحہ 102 سے آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کی ہے، یہ روایت بخاری شریف کے صفحہ 102 پر چار انداز سے موجود ہے۔ ملاحظہ ہو!

پہلی روایت:

1- حدثنا عبداللّٰہ بن مسلمة عن مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبداللّٰہ عن ابیہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حذ و منکبیہ اذا افتتح الصلٰوة واذا کبر للرکوع و اذا رفع رأسہ من الرکوع رفعھما کذلك ایضاً وقال سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ ربنا ولك الحمد و کان لا یفعل ذلك فی السجود۔

یعنی عبداللہ بن مسلمہ، مالک، ابن شہاب، سالم بن عبداللہ، وہ اپنے باپ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھوں کو اسی طرح اٹھاتے اور سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے۔

اس روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے عمل سے نماز کے شروع میں، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت تین مقامات پر رفع الیدین کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں تیسری رکعت کیلئے اٹھنے پر رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں۔ جو کہ وہابیوں کے معمول میں ہے۔

دوسری روایت:

2- حدثنا محمد بن مقاتل قال اخبرنا عبداللّٰہ بن المبارک قال اخبرنا یونس عن الزھری قال اخبرنی سالم بن عبداللّٰہ عن عبداللّٰہ بن عمر قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا قام فی الصلٰوۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذومنکبیہ و کان یفعل ذلک حین یکبر للرکوع و یفعل ذلک اذا رفع رأسہٗ من الرکوع و یقول سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ ولا یفعل ذلک فی السجود۔

یعنی محمد بن مقاتل، عبداللہ بن مبارک، یونس، زہری اور سالم سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور

جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تو اسی طرح کرتے اور اس وقت بھی کرتے جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے اور سجود میں نہ کرتے۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا ذکر ہے جو کہ پہلی میں نہیں تھا۔ اس روایت میں بھی تیسری رکعت کے رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں اور اس روایت میں ربنا و لک الحمد بھی موجود نہیں۔

تیسری روایت:

3- حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی سالم بن عبداللّٰہ بن عمر ان عبداللّٰہ بن عمر قال رأیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم افتتح التکبیر فی الصلٰوۃ فرفع یدیہ حین یکبر حتی یجعلھما حذومنکبیہ و اذا کبر للرکوع فعل مثلہٗ و اذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ فعل مثلہٗ و قال ربنا ولک الحمد ولا یفعل ذلک حین یسجدو لا حین یرفع رأسہٗ من السجود۔

یعنی ابو یمان، شعیب، زہری، سالم سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز کیلئے تکبیر شروع کی تو جب تکبیر کہی تو ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھایا اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہی تو اسی طرح کیا اور جب سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ کہا تو اسی طرح کیا اور ربنا ولک الحمد کہا اور آپ جب سجدہ کرتے تو اس طرح نہ کرتے اور جب سجدوں سے سر اٹھاتے تو ایسے نہ کرتے۔

پہلی دونوں روایتوں میں سجود میں رفع الیدین کرنے کی نفی تھی، کہ آپ نماز کے شروع اور رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے، اور سجدوں میں نہیں

کرتے تھے، جبکہ اس روایت میں وہ نفی نہیں ہے۔ یہاں بیان کیا گیا ہے کہ سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت نہیں کرتے تھے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ کسی بھی صاحب شعور سے مخفی نہیں، اس روایت میں ربنا و لك الحمد مذکور ہے اور دوسری میں اس کا نام ونشان بھی نہیں۔

چوتھی روایت:

4- اب آیئے اس چوتھی روایت کی طرف جو ان تین روایات کو چھوڑ کر آپ نے اپنے مفید مطلب سمجھ کر اپنے مسلک کے اثبات کیلئے پیش کی ہے......وہ روایت درج ذیل سند اور متن سے موجود ہے۔

عیاش بن الولید، عبدالاعلیٰ، عبید اللہ، نافع، ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوٰة کبر و رفع یدیه و اذا رکع رفع یدیه و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہٗ رفع یدیه و اذا قام من الرکعتین رفع یدیه و رفع ذلك ابن عمر الی النبی ﷺ۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا، جب سمع اللہ لمن حمدہٗ کہا تو رفع یدین کیا اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو رفع یدین کیا اور انہوں نے اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی۔

غور فرمائیں! اس روایت میں تیسری رکعت کا رفع یدین ہے، جو کہ پہلی تینوں روایتوں میں بالکل نہیں۔

پہلی دو روایتوں میں ''سجدوں میں'' رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے۔

اور تیسری روایت میں سجدہ میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا

انکار ہے۔

جبکہ اس چوتھی روایت میں سجدوں کا ذکر تک نہیں ہے۔

پہلی روایتوں میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے، لیکن اس روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے......اور اس روایت میں ربنا ولك الحمد بھی نہیں ہے۔

اب بتائیں یہ چاروں روایتیں بخاری شریف میں درج ہیں۔ ان میں سے پہلی تین روایات کو چھوڑ کر صرف چوتھی روایت کو کیوں پیش کیا گیا ہے؟...... آخر وہ روایات بھی تو امام بخاری کی ہی نقل کردہ ہیں......ان چاروں روایات کا مضمون ایک دوسری سے ٹکرا رہا ہے۔ بتائیے چوتھی روایت کو ترجیح دینے کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی باقی مرویات:

مذکورہ بالا چار روایات تو وہ تھیں جو بخاری شریف 1/102 پر مذکور ہیں...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہی روایت مزید کئی کتب میں مذکور ہے......رفع الیدین کے متعلق ذرا ان کا مضمون بھی ملاحظہ فرمائیں!......

صرف دو مقام پر رفع الیدین:

1- بخاری شریف 1/102 پر مذکور حضرت ابن عمر کی حدیث کے ایک راوی حضرت امام مالک بھی ہیں (دیکھئے حدیث نمبر 1)......انہوں نے یہی روایت اپنی کتاب موطاء 61،60،59 پر ذکر کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن شهاب عن سالم بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه و اذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذلك ایضاً وقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد و کان لا یفعل ذلك فی السجود۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو کانوں تک رفع یدین کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو بھی اسی طرح رفع یدین کیا۔ اور سمع اللہ لمن حمدہٗ ربنا و لک الحمد کہا اور آپ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس روایت میں رکوع جاتے وقت اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے..... صرف نماز کے شروع اور رکوع سے اٹھنے کا رفع یدین مذکور ہے۔ یاد رہے اس روایت کی پوری سند بخاری 1/102 پر موجود ہے۔

2- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے، جس میں صرف دو جگہ پر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔ (جزء رفع الیدین صفحہ 68 مترجم طبع چہارم گرجاکھی کتب خانہ گوجرانوالہ)

نوٹ: اس کتاب کو زبیر علی زئی نے بطور فخر پیش کیا ہے۔ (نور العینین صفحہ 54)

3- امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے امام شافعی، قعنبی، یحیی بن یحیی، یحیی بن بکیر، معن بن عیسی، سعید بن ابی مریم، اسحاق حنینی اور کئی دوسرے لوگوں نے نماز میں صرف دو جگہ پر رفع یدین کرنے کی روایت کی ہے۔

(نصب الرایۃ 1/409)

سجدوں کی رفع یدین:

بعض روایات میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرنے کا ذکر ملتا ہے..... وہ روایات وہابی مصنفین کے حوالہ سے پیش خدمت ہیں۔ (گو اس پر اپنے طور پر بھی متعدد روایات پیش کی جا سکتی ہیں)

ابن حزم اندلسی:

وہابیوں کے پیشوا ابن حزم اندلسی لکھتے ہیں:

1- عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر انہ کان یرفع یدیہ

اذا دخل فی الصلوٰۃ و اذا رکع و اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ و اذا سجد...... الخ (المحلی بالآثار جزء ثالث صفحہ 10 مسئلہ 442)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہٗ کہتے اور جب سجدہ کرتے تو رفع یدین۔

اس روایت میں صریح الفاظ ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سجدہ کرتے وقت بھی رفع یدین کرتے۔

نوٹ: اس روایت کے متعلق ابن حزم لکھتے ہیں:

ھذا اسناد لا مداخلۃ فیہ......

یعنی اس سند میں کوئی مداخلت (واعتراض) نہیں (کیونکہ یہ بالکل درست ہے)۔

2- آگے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا اپنی (مشہور) روایت ترک رفع الیدین عند السجود کے برعکس سجدوں میں رفع الیدین پر عمل کرنا اسی لئے ہے کہ وقد صح عندہ فعل النبی علیہ السلام لذلک۔

ان کے نزدیک سجدوں میں رفع یدین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے۔

خالد گرجاکھی:

جزء رفع الیدین للبخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

3- سالم بن عبد اللہ ان اباہ اذا رفع رأسہ من السجود و اذا اراد ان یقوم رفع یدیہ (اثبات رفع الیدین صفحہ 92 طبع سوم)

سالم اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ جب سجدوں سے سر اٹھاتے اور جب (اگلی رکعت کیلئے) کھڑا ہونے کا ارادہ فرماتے تو رفع یدین کرتے۔

اس روایت میں دو مقام کا رفع یدین ہے ایک سجدوں کے بعد اور ایک سجدوں سے کھڑا ہوتے وقت۔

4- مزید روایت لکھتے ہیں:

و اذا قام من السجدتین۔ (ایضاً صفحہ 92)

یعنی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے۔

5- ایک روایت یوں نقل کرتے ہیں:

و اذا قام من السجدتین کبرو رفع یدیہ۔ (ایضا صفحہ 93)

یعنی جب دونوں سجدوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے۔

6- حدیث مرفوع بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

عن النبی ﷺ انہ کان یرفع یدیہ رکع و اذا سجد۔ (ایضا صفحہ 81)

یعنی نبی کریم ﷺ رکوع اور سجدہ کرتے وقت رفع یدین کرتے۔

(گرجاکھی صاحب نے ان روایات کا ترجمہ غلط کیا تھا اس لئے ہم نے صحیح ترجمہ پیش کیا ہے)

عبدالرشید انصاری:

عبدالرشید انصاری نے الرسائل فی تحقیق المسائل طبع ہفتم کے صفحہ 358 پر جزء رفع یدین سے ہی سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کی ایک روایت نقل کی ہے (اور باقی روایات کو گول کر گئے ہیں)

امین محمدی صاحب! یاد رہے کہ ان مصنفین نے مذکورہ روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کیا ہے...... اور یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے گرجاکھی اور انصاری صاحبان کو اس لئے پیش کیا ہے کہ آپ کے ''شاگرد رشید'' (عمر صدیق) نے ''تحقیق مسئلہ رفع الیدین'' کے

صفحہ 22 پر دونوں کا ذکر کر کے ان دونوں کی کتب کو ''ملاحظہ فرمانے'' کا مشورہ دیا ہے اور انجانے میں ان کے مقلد بن گئے ہیں۔

نوٹ: زبیر علی زئی نے ان کو اپنے مسلک کی قابل اعتماد اور قابل فخر کتابوں کی فہرست میں پیش کر کے ان کی ثقاہت کی ذمہ داری قبول کر رکھی ہے۔ (نور العینین صفحہ 54)

ایک رکعت پر رفع الیدین:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات میں ایک رکعت پڑھ کر رفع یدین کرنے کا ذکر بھی موجود ہے...... خالد گرجاکھی مصنف عبدالرزاق 2/ 67 سے نقل کرتے ہیں:

1- ......ان ابن عمر کان یکبر بیدیہ حین یستفتح و حین یرکع و حین یقول سمع اللہ لمن حمدہ و حین یرفع رأسہ من الرکعۃ۔
(اثبات رفع الیدین صفحہ 79)

یعنی حضرت ابن عمر نماز کے شروع میں، رکوع جاتے، رکوع سے اٹھتے اور رکعت سے، اٹھتے وقت رفع یدین کرتے۔

2- ایک اور روایت مرفوعاً درج کرتے ہیں:

......و اذا رفع رأسہ من الرکعۃ رفعھما۔ (ایضا صفحہ 68)

یعنی رسول اللہ ﷺ رکعت سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔

۞ عبدالرشید انصاری نے بھی یہ روایت الرسائل صفحہ 326 پر نقل کی ہے۔

ہر اونچ نیچ پر رفع یدین:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی بعض روایتوں میں ہر اونچ نیچ یعنی ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا بھی منقول ہے۔

۞ خالد گرجاکھی اور عبدالرشید انصاری مسند حمیدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

1- ......ان ابن عمر رضی اللہ عنہ کان اذا رأی رجلا لا یرفع یدیہ کلما خفض و رفع حصبہ حتی یرفع یدیہ۔

(اثبات رفع الیدین صفحہ 55، الرسائل صفحہ 315)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر اس آدمی کو کنکریاں مارتے جو نماز کے اندر اونچ نیچ پر رفع یدین نہ کرتا۔

2- اسی مضمون کی ایک روایت دارقطنی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو! اثبات صفحہ 95، الرسائل صفحہ 337۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہر اونچ نیچ پر (ہر تکبیر پر) رفع یدین کرنا ضروری ہے۔ جس میں ہر رکعت کے شروع میں اور سجدوں کے درمیان والا رفع یدین بھی آتا ہے، جو کہ وہابی حضرات کے معمول میں نہیں۔

نماز کے شروع والا رفع یدین نہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت جزء رفع یدین للبخاری کے حوالہ سے بھی وہابی حضرات بیان کرتے ہیں، اتفاق سے اس میں پہلی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

......ان ابن عمر رضی اللہ عنہما کان اذا رأی رجلا لا یرفع یدیہ اذا رکع و اذا رفع رماہ بالحصی۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ 95، الرسائل 352)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ایسے آدمی کو دیکھتے جو رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرتا تو اسے کنکریاں مارتے۔

اس روایت میں صرف رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرنے پر کنکریاں مارنے کا ذکر ہے، جبکہ نماز کے ابتداء والے رفع یدین کا نام ونشان

ہی نہیں۔

نوٹ: اس سے پہلی روایت میں بھی ابتدائی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ الکلام:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کردہ وہابیوں کی مذکورہ روایات کا خلاصہ آپ سمجھ چکے ہوں گے، آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ان روایات میں، (جو کہ وہابی حضرات کے نزدیک صحیح ہیں) بہت سخت اضطراب ہے......یعنی

1- بعض روایات میں نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین ہے۔

2- بعض میں ابتداء نماز، رکوع اور سجود کے وقت بھی ہے۔

3- بعض میں رکوع جاتے وقت کے رفع یدین کا ذکر ہے۔

4- بعض میں نماز کے شروع والا ثابت نہیں۔

5- بعض روایات میں تیسری رکعت کیلئے اٹھتے وقت رفع یدین ثابت نہیں۔

6- بعض میں ہر رکعت سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہابی حضرات کا باقی روایات پر عمل کیوں نہیں......؟ باقی روایات کو چھوڑ کر صرف ایک روایت کو ترجیح کس دلیل شرعی کی بناء پر حاصل ہے؟ سجدوں کے وقت، دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین ترک کرنے کی کونسی صحیح، صریح اور غیر معارض مرفوع روایت ہے؟ جبکہ آپ کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت متواتر ہے۔ جس میں اس قدر اضطراب اور تضاد ہے۔

نوٹ: یاد رہے جواب میں اپنے اصول کے مطابق صرف قرآن وحدیث کو پیش کیا جائے، کسی امتی کے قول سے استناد کرنے سے گریزاں رہیں کیونکہ وہابی اصولوں کے مطابق اس طرح تقلید ہو جاتی ہے، جو کہ وہابی مذہب میں شرک ہے جیسا کہ

۞ محمد جوناگڑھی نے تقلید، کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امتی کا بے نور کلام لیا جائے''۔ (طریق محمدی صفحہ 65)

۞ مزید لکھا ہے:

''ہاتھ بھی دو اور دلیلیں بھی دو ہیں، نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری دلیل''۔

(ایضاً صفحہ 19)

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے:

یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں کہ آپ کی پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق محدثین کا یہ اختلاف بھی مشہور ہے کہ آیا وہ موقوف ہے یا مرفوع؟......اس کے مرفوع ہونے پر محدثین کا اتفاق نہیں ہے......ملاحظہ ہو!

1- اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بخاری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:

رواه حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ و رواه ابن طهمان عن ایوب و موسیٰ بن عقبة مختصراً۔ (صحیح البخاری جلد اول صفحہ 102)

اسے حماد بن سلمہ نے ایوب از نافع از ابن عمر از نبی ﷺ روایت کیا ہے اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (موقوف) روایت کیا ہے۔

یعنی اس روایت کو کوئی مرفوع بیان کرتا ہے اور کوئی مختصر یعنی موقوف بیان کرتا ہے۔ یہ اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

2- حافظ ابن حجر اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے امام اسماعیلی کا قول لکھتے ہیں:

بعض مشائخ نے اشارہ کیا ہے کہ عبدالاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے، کیونکہ عبداللہ بن ادریس، عبدالوہاب ثقفی اور معتمر سب عبدالاعلیٰ کی

مخالفت کرتے ہوئے عبیداللہ سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں۔

(فتح الباری 2/177)

3- امام بیہقی لکھتے ہیں:

و عبد الاعلی ینفرد برفعه الی النبی ﷺ۔ (سنن کبریٰ 2/137)

یعنی صرف عبدالاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے۔ (باقی راوی اسے مرفوع بیان نہیں کرتے)

4- زرقانی شرح موطاء امام مالک میں ہے:

لان سالما و نافعا لما اختلفا فی رفعه و وقفه۔ (1/158،157)

یعنی سالم اور نافع میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔

5- امام بخاری کے شاگرد رشید امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ نے ڈنکے کی چوٹ پر فیصلہ ہی کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع۔

(ابوداؤد 1/108 کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ)

صحیح بات یہی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول (یہ روایت) مرفوع (رسول اللہ ﷺ کی حدیث) نہیں۔

6- امام ولی الدین عراقی نے بھی امام ابوداؤد کا یہ قول نقل کیا ہے۔

(طرح التثریب صفحہ 262)

7- غیر مقلد محدث ناصر الدین البانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

(ضعیف سنن ابی داؤد صفحہ 72 برقم 152)

8- حاشیہ میں لکھا ہے:

هذه الفقرة وردت تحت الحدیث فی صحیح سنن ابی داؤد۔ برقم 676، 741

9- قاضی شوکانی نے بھی امام ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے۔ (نیل الاوطار 2/204)

10- امام عقیلی بھی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما عن نافع نقل کر کے کھلے لفظوں میں لکھتے ہیں:

هذا اولی۔ (ضعفاء الکبیر 2/68)

اس روایت کا موقوف ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔

11- امام محمد نے امام مالک سے اسے موقوف ہی بیان کیا ہے۔ (موطا امام محمد صفحہ 89)

12- امام مالک نے اسے نافع سے موقوف روایت کیا۔ (موطا امام مالک صفحہ 61)

13- وہابیوں کے بزرگ قاضی شوکانی نے لکھا ہے:

حکی الدار قطنی فی العلل الاختلاف فی رفعه و وقفه۔

(نیل الاوطار 2/204)

کہ امام دار قطنی نے کتاب العلل میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے۔

جب یہ مرفوع حدیث ہی نہیں تو پھر اس میں آپ کیلئے کیا دلیل رہ گئی...... کیونکہ وہابیوں کے نزدیک موقوف روایت صحیح سند سے بھی ثابت ہو تو بھی حجت اور لائق عمل نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو! فتاوی نذیریہ جلد 1 صفحہ 340 از نذیر حسین دہلوی، دلیل الطالب صفحہ 617 از نواب صدیق بھوپالوی، درایت تفسیری صفحہ 16 از عبداللہ روپڑی مسئلہ رفع الیدین صفحہ 14، 81، 84، 85 از عبدالمنان نور پوری تحقیقی جائزہ جزء 1 صفحہ 2 از صفدر عثمانی

امام مالک کا حدیثِ ابن عمر سے انکار:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں شدید اختلاف کی بناء پر حضرت امام مالک (جو اس حدیث کے راوی ہیں) نے اس حدیث پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کا موقف اختیار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

1- علامہ زرقانی لکھتے ہیں: اصیلی نے بیان کیا ہے کہ

لم يأخذ به مالك۔ (زرقانی شرح موطا 1/157)

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

2- حافظ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

حضرت امام مالک نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت براء بن عازب کی ترک رفع یدین والی روایت کی وجہ سے صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین اپنایا ہے...... تا کہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو (کیونکہ اہل مدینہ کا عمل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما پر نہیں ہے)۔ (بدایۃ المجتہد 1/136)

امام مالک نے رفع یدین چھوڑنے کو ترجیح دی ہے تا کہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے۔

معلوم ہوا کہ صرف امام مالک نے ہی اس روایت کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ اہل مدینہ بھی اس روایت پر عمل نہیں کرتے تھے۔

3- علامہ عبدالرحمن جزری لکھتے ہیں:

مالکیوں کے نزدیک نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا مستحب ہے، باقی مقامات پر رفع یدین مکروہ ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ 1/250)

4،5،6- امام نووی نے شرح مسلم 1/168 اور امام کرمانی نے شرح بخاری 5/107 اور قاضی شوکانی نے نیل الاوطار 2/201 پر امام مالک کے شاگرد ابن قاسم کی ترک رفع یدین کی روایت لکھ کر کہا ہے:

وهو اشهر الروايات عن مالك۔

یعنی امام مالک سے سب سے زیادہ مشہور روایت یہی ہے۔

7- علامہ ماردینی لکھتے ہیں:

قرطبی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ امام مالک کا مشہور مذہب ترک رفع یدین ہے۔(الجوہر النقی 2/76)

8- امام مالک کے شاگرد ابن القاسم لکھتے ہیں:

كان رفع اليدين عند مالك ضعيفا الافى تكبيرة الاحرام۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد اول صفحہ 67)

''امام مالک کے نزدیک نماز میں شروع کے علاوہ رفع یدین کرنا ضعیف ہے''۔

9- امام مالک کے شاگرد امام محمد حضرت ابن عمر کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

فاما رفع اليدين فى الصلوة فانه يرفع اليدين حذو الاذنين فى ابتداء الصلوة مرة و احدة ثم لا يرفع فى شئى من الصلوة بعد ذلك۔(موطا امام محمد صفحہ 91،90)

یعنی صرف نماز کے شروع میں ایک بار کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے جائیں، اس کے علاوہ پوری نماز میں رفع یدین نہیں۔

10- خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

لا اعرف رفع اليدين فى شئى من تكبير الصلوة لا فى خفض و لا فى رفع الافى افتتاح الصلوة۔(المدونۃ الکبریٰ 1/68)

یعنی میں نماز کے شروع والے رفع یدین کے علاوہ نماز میں کسی مقام پر رفع یدین کرنے کو جانتا بھی نہیں۔

11- مالکی مذہب کے معتبر ناقل، ابن خویز منداد لکھتے ہیں:

والذى عليه اصحابنا الرفع عند الاحرام۔

(الاستذکار جلد 4 صفحہ 100، التمہید جلد 9 صفحہ 214)

''وہ طریقہ جس پر ہمارے اصحاب (مالکی حضرات) قائم ہیں وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا ہے''۔

12- علامہ ابن عبدالبر متعلق لکھتے ہیں:

و تعلق بهذه الرواية عن مالك اكثر المالكيين۔(التمہید جلد 9 صفحہ 212)

یعنی اکثر مالکیوں نے امام مالک سے اسی (صرف ابتدا والی رفع یدین) کو ہی اختیار کیا ہے''۔

13- علامہ ابوالبرکات محمد بن احمد الدردیر المالکی نے لکھا ہے:

وندب رفع اليدين ...... مع الاحرام اى عنده لا عند ركوع ولا رفع منه ولا عند قيام من اثنين۔(الشرح الصغیر جلد 1 صفحہ 323،324)

یعنی رفع یدین صرف شروع میں مستحب ہے۔

14- علامہ ابن دقیق العید نے لکھا ہے:

وهو المشهور عند اصحاب مالك۔(شرح عمدۃ الاحکام جلد 2 صفحہ 296)

امام مالک کے احباب سے یہی مؤقف مشہور ہے۔

15- مزید ایک مالکی فاضل سے نقل کرتے ہیں:

الا ان فى بلادنا هذه يستحب للعالم تركه ...... الخ (جلد 2 صفحہ 297)

''ہمارے علاقوں میں عالم کیلئے ترک رفع یدین مستحب ہے''۔

۞ اس کے حاشیہ میں امیر یمانی نے لکھا ہے:

يريد بلاد المغرب فانهم مالكية لا يعرفون الرفع الا فى اول تكبيرة۔

''اس سے مراد مغرب کے ممالک ہیں کیونکہ وہاں مالکی لوگ آباد ہیں۔ جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین نہیں جانتے۔ (اس پر عمل نہیں کرتے)''۔(ایضاً

16- ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

فقلت له لم لا ترفع انت فنقتدی بك قال لی لا اخالف روایة ابن القاسم لان الجماعة لدینا الیوم علیها ...... الخ (التمہید جلد 9 صفحہ 223)

''میں نے (اپنے شیخ ابوعمر احمد بن عبدالمالک) سے عرض کیا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تا کہ ہم بھی آپ کی پیروی کریں تو انہوں نے فرمایا میں ابن القاسم کی رفع یدین نہ کرنے والی روایت کی مخالفت نہیں کرسکتا کیونکہ آج ہمارے سامنے جماعت مالکیہ کا اسی پر عمل ہے''۔

معلوم ہوا کہ علامہ ابن عبدالبر، ان کے شیخ اور مالکی اکابر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

❁ ان کی کتاب "الکافی فی فقه اهل المدینة المالکی" صفحہ 44 سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ رفع یدین کو ضروری قرار نہیں دیتے۔

17- یہی بات علامہ ابن ترکمانی نے لکھی ہے کہ ابن عبدالبر مالکی رفع یدین نہیں کرتے۔ (الجوہر النقی علی البیہقی جلد 2 صفحہ 72)

اب بتایئے! اس حدیث کو روایت کرنے والے بخاری کے مرکزی راوی امام مالک اور ان کے پیروکاروں نے اس روایت کی حقیقت بتا نہیں دی؟

نوٹ: بعض الناس ''المدونۃ الکبریٰ'' کا انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے عبدالرحمٰن مبارکپوری نے اسے تسلیم کیا ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی صفحہ 215)

❁ اور عبدالقادر حصاروی وہابی نے لکھا ہے:

''امام مالک کی ''مؤطاء'' اور ''مدوّنہ'' مشہور ہیں''۔ (معیار صداقت صفحہ 39)

❁ ایسے ہی حاجی خلیفہ نے اسے مذہب مالکی کی اجل کتب میں سے قرار دیا ہے۔

(کشف الظنون جلد 2 صفحہ 1655)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل:

صحیح احادیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا یہ فعل بھی مذکور ہے کہ آپ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے...... ملاحظہ ہو!

1- بخاری و مسلم کے استاذ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال مارأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول مایفتتح۔ (مصنف ابن ابی شیبہ 1/237)

یعنی امام مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

نوٹ: اس روایت کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی ہیں۔

2- امام طحاوی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلوٰة۔ (طحاوی شریف 1/147 برقم 1323)

''میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی، وہ صرف ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے''۔

3- امام شافعی کے استاذ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے دوسرے شاگرد عبدالعزیز بن حکیم کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے کہ

رائیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء اذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فیما سوا ذلك۔ (موطا امام محمد صفحہ 93)

یعنی حضرت ابن عمر صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے۔

4- امام زیلعی نے ایک روایت عطیہ عوفی سے نقل کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدری

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

(نصب الرایۃ 1/400 مختصر خلافیات بیہقی صفحہ 87)

پہلی روایت کو امام زیلعی نے بھی نصب الرایۃ جلد اول پر نقل کیا ہے۔

5- بعض الوہابیہ آخری روایت کو ضعیف قرار دینے پر تل جاتے ہیں، جبکہ انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ ضعیف روایت صحیح کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہے۔

(امین اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ 58 وغیرہ)

رفع یدین کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں رفع یدین کو بدعت قرار دیتے تھے۔

1- آپ کے الفاظ ہیں:

رأیتکم و رفع ایدیکم فی الصلوۃ و اللہ انہا لبدعۃ۔

(میزان الاعتدال 1/315 ترجمہ نمبر 1190)

"میں نے تمہیں اور نماز میں تمہاری رفع یدین کو دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم یہ بدعت ہے"۔

2- یہی روایت الکامل لابن عدی صفحہ 9 پر بھی موجود ہے۔

3- اسی روایت کو امام احمد بن ابوبکر بن اسمٰعیل البوصیری نے اپنی کتاب اتحاف الخیرۃ المہرۃ صفحہ 369 پر "باب رفع الیدین غیر الرکوع و ترکہ" کے تحت بھی ذکر کیا۔ اور رکوع کے وقت ترک رفع یدین پر استدلال کر کے اس روایت کی ثقاہت کو بیان کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت امام شعبی کا عمل:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں، تقریباً ڈیڑھ سال تک آپ سے فیض لیتے رہے۔ (بخاری ۲/۱۰۷۹، مسند احمد ۲/۸۴،۱/۱۵۷، سنن کبریٰ ۹/۳۲۳)

لیکن اتنا عرصہ آپ کے پاس رہنے کے باوجود وہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد 1 صفحہ 236)

اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک رفع یدین کرنے کا ہوتا تو آپ ضرور کرتے۔

✿ علاوہ ازیں امام شعبی نے پانچ سو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔ (اکمال بر مشکوۃ صفحہ ۶۰۰)

لیکن امام شعبی پھر بھی نماز کے شروع میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے کسی صحابی کو اختلافی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

نتیجۂ گفتگو:

ساری بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی پیش کردہ روایت میں سخت اضطراب، بہت تعارض اور خاصا تضاد ہے...... کسی بھی صحیح اور صریح روایت سے کسی ایک عمل کو ترجیح نہیں دی جا سکتی...... اور پھر جبکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے شاگردوں کا عمل اور خود بخاری کے راویوں کا موقف بھی اس روایت کے برخلاف ہو۔

اور وہابیوں کو یہ تسلیم ہے کہ حدیث کا راوی بہتر جانتا ہے کہ اس کی بیان کردہ حدیث کی مراد کیا ہے۔ اور گھر والا خوب جانتا ہے کہ اس کے گھر میں کیا ہے۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق محدثین کا فیصلہ:

اب آیئے! محدثین کے فیصلہ جات کی طرف، تاکہ حقیقت کو پہچان سکیں۔

1- امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے:

فھذا ابن عمر قد رأی النبی ﷺ یرفع ثم ترک ھو الرفع بعد النبی ﷺ فلا یکون ذلک الا وقد ثبت عندہ النسخ ما قد کان رای النبی ﷺ فعلہ وقامت الحجۃ علیہ ذالک۔ (طحاوی شریف ۱/۱۴۷)

"یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا پھر آپ نے اس کو ترک کر دیا...... انہوں نے رفع یدین اسی لئے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ ہونے کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپ کے اس عمل سے رفع یدین کرنیوالوں پر حجت قائم ہوگئی ہے"۔

2- حافظ ابن حجر عسقلانی رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی یہ دونوں حدیثیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

ان الجمع بین الروایتین ممکن و ھو انه لم یکن یراہ و اجباً ففعلهٗ تارةً و ترکهٗ اخریٰ۔ (فتح الباری ۲/۱۷۴)

"دونوں روایتوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک بار کیا اور دوسری بار چھوڑ دیا"۔

نوٹ: محمد بن اسماعیل یمانی غیر مقلد نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات میں یہی تطبیق دی ہے۔ ملاحظہ ہو! (سبل السلام شرح بلوغ المرام ۱/۲۵۸)

وہابیوں کا ایک دھاکہ:

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تین روایات میں زہری "عن" کیساتھ روایت کر رہا ہے اور وہابی محدث عبدالرحمان مبارکپوری نے لکھا ہے۔

"یہ حدیث کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ اس کی سند میں زہری ہے اور وہ مدلس ہے اس نے عن کے ساتھ روایت کی ہے"۔ (ابکار المنن صفحہ ۶۱)

لہٰذا وہابیوں کو اس روایت کو پیش کرنے سے توبہ کرنی چاہئے کیونکہ یہ روایت ان کے اصول کے مطابق ضعیف اور ناقابلِ قبول ہے۔

ترک رفع یدین پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع روایت:

آیئے آخر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ مرفوع حدیث بھی پیش کر دیں جس میں صراحۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مذکور ہے...... سند اور متن درج ذیل ہے:

عبد اللہ بن عون الخراز ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود۔

(خلافیات بیہقی۔ بحوالہ نصب الرایہ ۱/۴۰۴ و موضوعات کبیر صفحہ ۵۹۴ مترجم، الاسرار المرفوعہ صفحہ 356 برقم 1356)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری کی پیش کی گئی روایت کے راوی ہیں سوائے عبداللہ بن عون کے اور وہ بھی زبردست ثقہ ہے۔ ملاحظہ ہو!

(تہذیب التہذیب ۵/۳۴۹، تقریب التہذیب صفحہ ۱۸۴)

✪ حضرت ملا علی قاری اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وقد صح عنه خلاف ذلك فيحمل على نسخ الاول فتامل۔

(الاسرار المرفوعہ صفحہ 356 موضوعات کبیر مترجم ۵۹۴)

حضرت ابن عمر سے صحیح طور پر رفع یدین کرنے کے خلاف ثابت ہو چکا ہے تو اب یہ اس بات پر محمول ہوگا کہ (رفع یدین کرنے کی) پہلی حدیث منسوخ ہے۔

وہابی لوگ ابن قیم وغیرہ کی تقلید میں محض تعصب کی بناء پر اسے موضوع کہہ دیتے ہیں حضرت امام علی قاری نے فرمایا ہے کہ ایسا قول مردود ہے۔ (ایضاً)

✪ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں صرف نماز کے شرع میں رفع یدین کا ذکر ہے، ملاحظہ ہو:

ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلوة۔ (المدونۃ الکبریٰ صفحہ ۶۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صرف) نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دیگر روایات:

ترکِ رفع یدین پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مزید تین روایات ملاحظہ ہوں!

1,2,3- آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حتی یحاذی بهما و قال بعضهم حذو منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع لا یرفعهما و قال بعضهم ولا یرفع بین السجدتین والمعنی و احد۔

(مستخرج صحیح ابی عوانہ جلد 2 صفحہ 90 مطبوعہ حیدر آباد دکن)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو برابر کرتے بعض راویوں نے کہا کہ کندھوں کے (برابر کرتے) اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے کے بعد رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ اور سجدوں کے درمیان (بھی) رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور مفہوم ایک ہی ہے (کہ آپ ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے)۔

نوٹ: امام ابوعوانہ نے اس حدیث کو تین اسناد سے بیان ہے اور اصول محدثین کے تحت یہ تین حدیثیں ہیں۔

❁ خالد گرجاکھی نے لکھا ہے:

"اس حدیث کو ابوعوانہ نے تین راویوں سے بیان کیا ہے یعنی یہ تین حدیثوں کے حکم میں ہے"۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ 57)

❁ زبیر علی زئی نے لکھا:

"اس کو امام ابوعوانہ نے تین راویوں سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ تین

حدیثوں کے حکم میں ہے"۔ (نور العینین صفحہ 68)

فائدہ: یاد رہے کہ اس روایت پر وہابیوں کے اعتراضات و اشتباہات باطل و مردود ہیں، کیونکہ وہ سب محض مسلکی تحفظ کی پیداوار ہیں۔ چنانچہ مختصراً ملاحظہ ہو!

❁ وہابیوں کا یہ شبہہ کہ اس حدیث پر رفع یدین کا باب باندھا گیا ہے، تو ترک کہاں سے ثابت ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ وہابی لوگ جہاں مطلب ہو وہاں محدث کے باب کی رٹ لگاتے ہیں اور جہاں خلاف مطلب ہو وہاں باب کو قطعاً فراموش کر دیتے ہیں، خواہ وہ بخاری کے ابواب ہی کیوں نہ ہوں، بوقت ضرورت ہم ان کے رخ سے نقاب اٹھا دیں گے۔

❁ کیا وہابیہ یہ بتانا گوارا کریں گے کہ انہوں نے حدیث کے بجائے محدث کے باب کا خود کو کب سے پابند بنا کر تقلید کے شرک کا ارتکاب کر لیا ہے؟

❁ باب محدث کی رائے ہوتی ہے جن لوگوں کے نزدیک نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے کا کوئی احترام نہیں۔ وہ محدث کی رائے سے کیوں چمٹے ہوئے ہیں؟ کیا محض مذہب بچانے کی خاطر؟

❁ ایسے ہی وہابی حضرات جو قلمی نسخوں کے عکس پیش کر کے رفع یدین کرنا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی ناکام سعی ہے کیونکہ ان کے پیش کیے گئے عکس دو ٹوک ان کی حمایت نہیں کرتے، بلکہ ان کے برخلاف بھی ان کی دلالت موجود ہے۔ وہابیوں کے پیش کردہ عکس بغور دیکھے جا سکتے ہیں۔

❁ اسے شاذ کہنے سے بھی جان نہیں چھوٹتی، کیونکہ اس کی تائید دیگر روایات بھی کر رہی ہیں۔

4- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه

حذو منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسهٗ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین۔ (مسند حمیدی جلد 2 صفحہ 277 برقم 614)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے، کندھوں کے برابر اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ (ہی) سجدوں کے درمیان کرتے"۔

اس روایت پر بھی نسخہ کا جھگڑا اور باب کے عنوان کا شبہ بھی مردود ہے، کیونکہ باب کو وہ تسلیم نہیں اور نسخہ ان کی تائید نہیں کرتا...... دیدہ باید۔

الحمدللہ یہ دونوں روایتیں ڈنکے کی چوٹ پر صحیح ہیں، یہی وجہ ہے کہ کوئی وہابی بھی آج تک اس پر کوئی جرح نہیں کرسکا، سوائے نسخہ وباب وغیرہ کے شبہات کے، اور وہ باطل ومردود ہیں۔

❁ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح مرفوعاً مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

کنا مع رسول اللہ ﷺ بمکة نرفع ایدینا فی بدء الصلوٰة و فی داخل الصلوٰة عند الرکوع فلما هاجر النبی ﷺ الی المدینة ترك رفع الیدین فی داخل الصلوٰة عند الرکوع و ثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلوٰة: توفّی۔

"ہم مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز کے شروع میں اور رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا اور شروع والا رفع یدین ثابت رکھا، آپ کا وصال ہوگیا"۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین صفحہ 214 للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیروانی متوفّی ۳۶۱ھ)

معلوم ہوا رفع یدین صرف نماز کے شروع میں کرنا چاہئے۔

حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ پر بحث:

دوسرے نمبر پر حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی گئی ہے...... جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی قلابة انه رأی مالك بن الحویرث اذا صلی کبر و رفع یدیه و اذا اراد ان یرکع رفع یدیه و اذا رفع رأسه من الرکوع رفع یدیه و حدث ان رسول اللہ صنع هکذا۔ (بخاری ۱/۱۰۲)

❁ اس روایت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس کا معنی ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اختلافی رفع یدین وفات تک کیا ہے۔

❁ اس روایت میں اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی تمام مرویات میں سے کسی ایک روایت میں بھی تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا وہابیوں کو وہ بھی چھوڑ دینا چاہئے۔

سجدوں کی رفع یدین:

حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح روایات میں سجدوں کے وقت رفع یدین بھی مذکور ہے، وہابی حضرات کے قلم سے ہی اس حقیقت کو بے نقاب ہوتا دیکھیں۔

وہابیوں کے امام ابن حزم:

1- عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحویرث رای النبی ﷺ رفع یدیه فی صلاته اذا رکع و اذا رفع راسه من رکوعه و اذا سجد، و اذا رفع راسه من سجوده ...... الخ۔ (المحلی ۳/۸،۹)

"حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا، جب رکوع کرتے اور اس سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ

کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے''۔

نوٹ: اس روایت کو ابن حزم نے متواتر اور درجہ یقین پر فائز قرار دیا ہے۔

2- مزید لکھتے ہیں:

وما رواه مالك بن الحويرث من رفع اليدين في كل ركوع و رفع من ركوع و كل سجود و رفع من سجود ...... و الكل ثقات۔ (۱۰/۳)

''حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے رکوع جاتے اور رکوع سے واپس آتے وقت، سجدوں میں جاتے اور ان سے اٹھتے وقت رفع یدین روایت کیا یہ سب ثقہ روایتیں ہیں''۔

خالد گرجاکھی:

امام نسائی نے سجدوں والی رفع یدین کو تین سندوں سے نقل کیا ہے۔ انہیں تینوں سندوں سے خالد گرجاکھی وہابی نے اپنی کتاب میں روایات درج کی ہیں۔ ملاحظہ ہو!

3- ...... عن مالك بن الحويرث ان نبي الله ﷺ اذا دخل في الصلوٰة يعني رفع يديه و اذا ركع فعل مثل ذلك و اذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذلك و اذا رفع رأسه من السجود فعل مثل ذلك كله يعني رفع يديه۔ (نسائی سلفیہ صفحہ ۱۳۵)(اثبات رفع یدین صفحہ ۹۸)

''سیدنا مالک بن الحویرث بیان کرتے ہیں اللہ کے نبی ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے رفع یدین کرتے، جب رکوع سے سر اٹھاتے، اسی طرح کرتے اور جب سجود سے سر اٹھاتے اسی طرح کرتے، یعنی ان تمام مقامات پر رفع یدین کرتے''۔

اس میں ابتدائے نماز، رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت اور سجدوں سے

سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر صراحۃً موجود ہے۔

4- دوسری روایت میں اس سے بھی واضح الفاظ ہیں:

و اذا سجدو اذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع اذنيه۔

(بحوالہ نسائی)۔(اثبات رفع الیدین صفحہ ۹۹)

یعنی جب سجدہ کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے تو ہاتھوں کو کانوں کی لو تک کر لیتے۔

5- تیسری روایت میں ہے:

عن مالك بن الحويرث انه راى النبي ﷺ رفع يديه فذكر مثله۔ (ایضاً)

حضرت مالک بن حویرث نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ نے رفع یدین کیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔ (یعنی سجدوں کے وقت)

6- گرجاکھی صاحب نے اس پر مزید روایات نقل کی ہیں۔ سو وہ بھی دیکھیں!

......عن مالك بن الحويرث انه راى رسول الله ﷺ يرفع يديه...... و اذا رفع راسه من السجود۔ الخ

(مسند احمد ۵/۵۳)۔(اثبات رفع الیدین ۱۰۰)

''مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سجدوں سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرتے''۔

7- مسند احمد سے دو روایتیں مزید لکھی ہیں:

......عن مالك بن الحويرث ان النبي ﷺ كان يرفع يديه حيال فروع اذنيه في الركوع و السجود۔ (صفحہ ۱۰۱)

یعنی حضور اکرم ﷺ رکوع اور سجود میں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔

8- ......وذا سجدو اذا رفع رأسه من سجوده حتی یحاذی بهما فروع اذنیه۔ (صفحہ ۱۰۱)

یعنی آپ سجدوں میں کانوں تک رفع الیدین کرتے۔

9- مسند ابوعوانہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه حیال اذنیه فی الرکوع و السجود۔ (صفحہ ۱۰۹)

یعنی نبی کریم ﷺ رکوع اور سجود میں رفع یدین کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

سنن نسائی کی نقل کردہ حضرت مالک بن حویرث کی روایت کی تصحیح کرتے ہوئے حافظ ابن عسقلانی لکھتے ہیں:

و اصح ما وقفت علیه من الحدیث فی الرفع فی السجود ما رواه النسائی من روایة سعید ابن ابی عروبة عن قتادة عن نصر ابن عاصم عن مالك بن الحویرث۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ۲/۱۷۷)

سجدوں کے متعلق حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی صحیح ترین روایت جس پر مجھے اطلاع ہوئی وہ ہے، جونسائی نے روایت کی ہے۔ سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از نصر بن عاصم کی سند سے۔

معلوم ہوا حافظ ابن حجر کے نزدیک سجدوں کے متعلق اور بھی روایات ہیں، لیکن زبردست صحیح روایت وہ ہے جونسائی نے بیان کی ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

شروع کا رفع یدین مذکور نہیں:

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں نماز کے شروع والا رفع یدین مذکور نہیں ہے، ملاحظہ ہو!...... مذکورہ صفحات میں حدیث نمبر ۴، ۲ اور دیگر۔

لہٰذا غیر مقلدین کو تیسری رکعت والے رفع یدین کی طرح ابتداء والا رفع یدین بھی چھوڑ دینا چاہئے، اور رکوع کے ساتھ سجدوں کے وقت بھی رفع یدین شروع کر دیں۔ تاکہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی تمام مرویات پر عمل ہو سکے۔

فائدہ: واضح رہے امام بخاری کے شاگرد امام نسائی نے رفع یدین کی احادیث لکھ کر بعد میں ''ترك ذالك'' (رفع یدین نہ کرنے کا) باب باندھا اور اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت درج کر کے واضح کر دیا کہ ان کے نزدیک رفع یدین متروک ہے۔ ملاحظہ ہو! (نسائی مع تعلیقات سلفیہ ۱/۱۲۳)

حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پر بحث:

تیسری روایت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

ان وائل ابن حجر اخبره قال قلت لا نظرن الی صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف یصلی فنظرت الیه فقال فکبر و رفع یدیه حتی حاذتا باذنیه ثم وضع یده الیمنیٰ علی کفه الیسری و الرسغ و الساعد فلما اراد ان یرکع رفع یدیه مثلها قال و وضع یدیه علی رکبتیه ثم لما رفع رأسه رفع یدیه مثلها ثم سجد۔ (نسائی ۱/۱۰۵)

- اس روایت میں بھی کوئی لفظ وہابیوں کے موقف کی تائید نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات تک اختلافی رفع یدین کیا۔
- اس روایت میں بھی تیسری رکعت کے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا وہ بھی وہابیوں کو ترک کر دینا چاہئے۔

سجدوں کی رفع یدین:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کی روایات بھی

موجود ہیں وہ بھی ملاحظہ ہوں!

1- خالد گرجاکھی صاحب وہابی بروایۃ ابی داؤد لکھتے ہیں:

عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان اذا كبر رفع يديه قال ثم التحف ثم اخذ شماله بيمينه و ادخل يديه في ثوبه قال فاذا اراد ان يركع اخرج يديه ثم رفعهما و اذا اراد ان يرفع رأسه من الركوع رفع يديه ثم وضع وجهه بين كفيه و اذا رفع رأسه من السجود ايضاً رفع يديه حتى فرغ من صلوته۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ۱۱۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا جب رکوع کیا اور رکوع سے سراٹھایا تو رفع یدین کیا اور اسی طرح جب سجدوں سے سراٹھایا تو بھی رفع یدین کیا۔

2- بروایۃ دارقطنی لکھتے ہیں:

......علقمة بن وائل عن ابيه انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه حين يفتتح الصلوٰة و اذا ركع و اذا سجد۔

(اثبات رفع الیدین صفحہ۱۳۱)

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع وسجود کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

3- بروایۃ بیہقی نقل کرتے ہیں:

......عن وائل بن حجر قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما كبر رفع يديه مع التكبير و اذا ركع و اذا رفع رأسه او سجد۔ (اثبات صفحہ۱۳۳)

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے

نماز پڑھی، پس آپ نے جب تکبیر کہی تو رفع یدین کیا اور جب رکوع کیا اور جب اپنا سراٹھایا یا سجدہ کیا تو رفع یدین کیا۔

4- بروایۃ جزء رفع الیدین للبخاری لکھتے ہیں:

قال وكيع عن الاعمش عن ابراهيم انه ذكر له حديث وائل بن حجر رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا ركع و اذا سجد۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ۱۴۰)

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

یاد رہے اس روایت کو امام بخاری نے بڑے وثوق سے پیش کیا ہے۔

5- ابن حزم ظاہری اندلسی اپنی سند سے لکھتے ہیں:

عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان اذا كبر رفع يديه ثم التحف ثم اخذ شماله بيمينه و ادخل يديه في ثوبه فاذا اراد ان يركع اخرج يديه ثم رفعهما و اذا اراد ان يرفع رأسه من الركوع رفع يديه ثم سجد و وضع وجهه بين كفيه و اذا رفع رأسه من السجود ايضاً رفع يديه حتى فرغ من صلاته۔ (المحلی ۸/۳)

"حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ جب تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے، اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر کپڑے میں داخل کر لیتے۔ جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ہاتھوں کو نکال کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سراٹھانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے، پھر سجدہ کرتے

اور اپنا چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے، اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے''۔

اس روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے:

یکون الاسناد هنا هو الصحیح لهذه الروایة۔ (ایضاً)

یعنی اس روایت کی یہ سند صحیح ہے۔

ہر اونچ نیچ پر رفع یدین:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایات میں ہر تکبیر اور ہر اونچ نیچ پر بھی رفع یدین کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

1- خالد گرجاکھی بروایۃ مسند احمد لکھتے ہیں:

عن وائل بن حجر الحضرمی قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرفع یدیه مع التکبیر۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ ۱۲۰)

''حضرت وائل بن حجر حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے دیکھا ہے''۔

2- مزید لکھتے ہیں:

صلیت خلفه و کان یرفع یدیه کلما کبرو رفع ...... الخ۔ (اثبات صفحہ ۱۲۳)

یعنی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، اور آپ جب بھی تکبیر کہتے اور اوپر اٹھتے تو رفع یدین کرتے تھے۔

3- مزید لکھتے ہیں:

فکان یکبر اذا خفض و اذا رفع یرفع یدیه عند التکبیر ...... الخ۔

(صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اوپر اور نیچے ہوتے تو تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی

کرتے تھے۔

4- عون المعبود کے حوالہ سے لکھا ہے:

انه رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه مع التکبیر۔

(بحوالہ ابوداؤد)۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ ۱۱۴)

یعنی حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔

5- بروایۃ دارمی لکھتے ہیں:

...... رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان یکبر اذا خفض و اذا رفع و یرفع یدیه عند التکبیر ...... الخ۔ (۱۲۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نیچے یا اوپر ہوتے تو تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے تھے۔

نوٹ: دارمی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے بھی لکھا ہے۔ (الرسائل صفحہ ۳۳۰)

ان روایات میں صراحۃ موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہر تکبیر اور ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کرتے تھے۔ اب نماز کی تمام تکبیروں اور نماز میں ہر اونچ نیچ کو دیکھ لیں۔ اس میں سجدوں کا رفع یدین اور دوسری اور چوتھی رکعت کا رفع یدین بھی آتا ہے۔ جس پر وہابی حضرات کا عمل نہیں ہے۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت پر امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ:

تابعی کبیر حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ کے سامنے جب حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کا تذکرہ ہوا اور کہنے والے نے پرزور انداز میں کہا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو آپ نے جواب دیا:

ان کان وائل رآہ مرة یفعل ذلك فقد رآہ عبد الله خمسین مرة لا یفعل ذالك۔ (طحاوی شریف ۱/۱۴۶)

پس اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ایک بار دیکھ لیا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے۔

❁ طحاوی شریف کے اسی صفحہ پر ایک دوسری سند سے بھی یہ مضمون موجود ہے۔

❁ امام محمد کے یہ جملے ہیں:

قال ابراهيم ما ادرى لعله لم ير النبي ﷺ يصلى الا ذلك اليوم يحفظ هذا منه و لم يحفظه ابن مسعود و اصحابه ماسمعته من احدمنهم انما كانوا يرفعون أيديهم في بدء الصلوة حين يكبرون۔ (موطا امام محمد صفحہ ۹۳)

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نہیں جانتا، کیونکہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسی ایک دن (جب وہ اپنے علاقے سے مسلمان ہونے آئے تھے) رفع یدین کرتے دیکھا اور اس کو یاد کر لیا اور کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اور ان کے اصحاب کو یاد نہ ہوا؟ میں نے ان میں سے کسی سے بھی یہ بات نہیں سنی۔ وہ تو صرف نماز کے شروع میں تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے۔

نوٹ: یہی مضمون سنن دار قطنی ۱/۲۹۱ پر بھی ہے۔

❁ ایسے ہی مسند ابویعلیٰ موصلی میں ہے دیکھیئے: التعلیق المغنی ۱/۲۹۱۔

❁ ایک مقام پر یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت امام ابراہیم نخعی نے کہا:

''حضرت وائل دیہات کے رہنے والے تھے احکام اسلام سے پورے واقف نہ تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی ایک آدھ نماز پڑھی جبکہ مجھے بے شمار لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا ہے کہ وہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اور انہوں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی نمازیں پڑھی ہیں، جن کا شمار ہی نہیں''۔

(جامع المسانید ۱/۳۵۸)

حضرت ابراہیم نخعی کا یہ قول کئی واسطوں سے مروی ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے۔ (التمہید ۹/۲۲۴)

❁ علامہ ابن عبدالبر اندلسی بھی حدیث وائل رضی اللہ عنہ کی طرف مائل نہیں۔

(التمہید ۹/۲۲۷)

معلوم ہوا حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت مرجوح ہے اور اسے مرجوح قرار دینے والے حضرت ابراہیم نخعی جیسے بلند پایہ محدث اور تابعی و دیگر اکابر محدثین ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ خود وہابی حضرات کا عمل بھی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایات کے خلاف ہے۔

حضرت وائل کی مرفوع قولی روایت:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع قولی موجود ہے جس میں صرف ابتدائی رفع یدین کا ذکر ہے...... ملاحظہ ہو!

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك ...... الخ۔

(المعجم الکبیر ۲۲/۲۰، مجمع الزوائد ۹/۳۷۷، کنز العمال ۷/۴۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے وائل بن حجر! جب تو نماز پڑھنے لگے تو اپنے ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاؤ۔

اس حدیث میں ابتدائی رفع یدین کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ قانون ہے کہ قولی اور فعلی احادیث میں تضاد کے وقت قولی حدیث

(فرمان) کو ترجیح ہوتی ہے۔ (نووی بر مسلم ۱/۴۵۳)

متاخرالاسلام راوی کی روایت کا حکم؟

اپنے رقعہ کے آخر میں آپ نے یہ جملہ بھی بڑھایا ہے: ''حضرت مالک بن حویرث اور وائل بن حجر نبی ﷺ کے آخری ایام میں مسلمان ہوئے''۔

اس پر آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ یہ ''آخری ایام میں مسلمان ہوئے'' اس لئے یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل تھا۔ تو سنیے!......

اولاً: آپ نے فی الوقت ان کے آخری ایام میں مسلمان ہونے پر کوئی صحیح، صریح، مرفوع روایت پیش نہیں کی، صرف قیاس سے کام چلایا ہے لیکن وہابی مذہب میں قیاس کے متعلق جو گل افشانیاں کی گئی ہیں، انہیں آپ ذہن میں رکھ کر قیاس سے دامن کش ہو جائیں۔ اور اپنے موقف پر حدیث صحیح، صریح، مرفوع پیش کریں۔ ورنہ یہ انداز آپ کے بقول تقلیدی انداز ہے اور آپ لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف دعوت دے کر شرک میں مبتلا ہیں اور اوروں کو بھی اس کی طرف بلا رہے ہیں۔

ثانیاً: کسی راوی کے متاخرالاسلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا بیان کیا ہوا عمل حضور اکرم ﷺ نے آخری ایام میں ہی کیا تھا، اگر یہی قانون ہے تو اس پر حدیث صحیح صریح مرفوع درکار ہے۔ جبکہ آپ کے عظیم محدث عبدالرحمان مبارکپوری لکھتے ہیں:

متاخرالاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے۔ (تحقیق الکلام صفحہ ۷۵)

یعنی جو آدمی کسی صحابی کے آخری ایام میں مسلمان ہونے کو دلیل بناتا ہے وہ اصول حدیث اور اصول فقہ دونوں سے ناواقف اور جاہل ہے۔

❁ مزید لکھتے ہیں:

ان تأخر اسلام الراوی لا یدل علی تاخیر ورود المروی۔ (ایضاً ۷۶)

راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونے سے روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے۔

ثالثاً: اگر پھر بھی آپ اسی بات کی رٹ لگائیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل ہے، تو یاد فرمائیں!...... اس میں تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر نہیں اور سجدوں میں رفع یدین کا ذکر ہے، لہٰذا آپ حضور اکرم ﷺ کا سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کا آخری عمل کیوں نہیں اپناتے؟ اور اپنی نمازوں کو (بزعم خود) سنت کے نور سے آراستہ کیوں نہیں کرتے؟

سجدوں کی رفع یدین کے متعلق البانی کا فیصلہ:

آخر میں اپنے محقق ناصر الدین البانی کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو!...... لکھتے ہیں:

1- ''اور (رسول اللہ ﷺ) کبھی سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع الیدین کرتے''۔

(سنن نسائی ۱/۱۲۹ کتاب الافتتاح، سنن دار قطنی ۱/۲۹۰، المخلص فی الفوائد ۱/۲/۲ دو صحیح سندوں کے ساتھ)

اس حدیث میں جس رفع الیدین کا ذکر ہے وہ دس صحابہ سے مروی ہے اور ابن عمر، ابن عباس، حسن بصری، طاؤس، عبداللہ بن طاؤس ابن عمر کا غلام نافع، سالم بن نافع، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار، عطاء اس کو جائز سمجھتے ہیں، عبدالرحمن بن مہدی نے اس کو سنت کہا ہے امام احمد بن حنبل نے اس سنت پر عمل کیا ہے امام مالک، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

2- اور اس مقام (سجدے سے اٹھتے وقت) پر آپ ﷺ اللہ اکبر کے ساتھ کبھی کبھی رفع الیدین بھی کرتے تھے۔

(مسند احمد ۳/۳۷، صحیح ابوداؤد ۱/۲۳۹، کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷ سند صحیح ہے)

سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا، امام احمد اس پر رفع الیدین کے

قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کے قائل ہیں چنانچہ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں ابن الاثرم امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع الیدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جب بھی نمازی نیچے یا اوپر ہو دونوں صورتوں میں رفع الیدین ہے، نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا کہ وہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے رفع الیدین کرتے تھے۔ (البدائع لابن القیم ۴/۸۹،م)

شافعی علماء میں سے ابن المنذر اور ابوعلی اسی کے قائل ہیں امام مالک، امام شافعی سے بھی اسی طرح کا قول مروی ہے جیسا کہ (طرح التثریب) میں ہے اور یہ رفع الیدین انس، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین، اور ایوب سختیانی سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۰۶)

3- رسول اکرم ﷺ کبھی کبھی دوسرے سجدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہنے کے ساتھ رفع الیدین بھی کرتے تھے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھاتے۔

چنانچہ آپ نے اس انسان کو حکم دیا جس نے جلدی جلدی نماز ادا کر لی تھی آپ نے اس کو دوسرے سجدے میں بھی اسی طرح کرنے کا حکم دیا پھر وہ دوسرے سجدے سے اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے اور آپ ﷺ نے اس سے کہا کہ اب تم ہر رکعت اور ہر سجدے میں اسی طرح کرتے رہو جب تم یہ کام کرو گے تو تمہاری نماز پوری ہوگی اور اگر کچھ کمی کرو گے تو اسی قدر نماز کم ہوگی۔ اور کبھی کبھی آپ ﷺ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

(ابوعوانہ، صحیح ابوداؤد ۱/۱۳۹، کتاب الصلاۃ باب ۱۱۷، دو صحیح سندوں کے ساتھ)

امام احمد اس رفع الیدین کے قائل ہیں، ایک روایت کے مطابق امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک بھی یہی ہے، ملاحظہ ہو اسی کتاب کے عنوان سجدہ سے سر اٹھانا۔

"رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا جب سجدہ میں جانے کا ارادہ کرتے تو اللہ اکبر

کہتے اور سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے اور کبھی سجدہ میں جاتے وقت بھی رفع یدین کرتے۔ (۳۴۳) نسائی دارقطنی المخلّص فی الفوائد (۱،۲،۲) دو صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے۔

اس حدیث میں جس رفع یدین کا ذکر ہے وہ دس صحابہ سے مروی ہے، اور عبد اللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، حسن بصری، طاؤس، اس کا بیٹا عبداللہ، عبداللہ بن عمر کا غلام نافع، سالم، قاسم بن محمد، عبداللہ بن دینار، عطاء اس کو جائز سمجھتے ہیں، عبدالرحمان بن مہدی نے اس کو سنت کہا ہے، امام احمد بن حنبل نے اس سنّت پر عمل کیا ہے، امام مالک امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

❁ پھر وہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھاتے اور صحیح طور پر بیٹھ جاتے اُسی مقام پر آپ ﷺ اللہ اکبر کے ساتھ کبھی کبھی رفع الیدین بھی کرتے تھے۔ (۳۹۶)

(۳۹۶) احمد، ابوداؤد سند صحیح ہے)

❁ سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا...... امام احمد اس مقام پر رفع یدین کے قائل ہیں بلکہ وہ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں چنانچہ علامہ

(۳۹۷) (البدائع (۴/۸۹)

ابن قیم فرماتے ہیں: ابن الاثرم امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ ان سے رفع الیدین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا جب بھی نمازی نیچے یا اوپر ہو دونوں صورتوں میں رفع الیدین ہے نیز اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا کہ وہ نماز میں اٹھتے بیٹھتے رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ شافعی علماء میں سے ابن المنذر اور ابوعلی اس کے قائل ہیں۔ امام مالک، امام شافعی سے اسی طرح کا قول مروی ہے، انس، ابن عمر، نافع، طاؤس، حسن بصری، ابن سیرین اور ایوب سختیانی سے مرفوعاً ثابت ہے۔ (۳۹۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۰۶) اسانید صحیح ہیں۔

کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(۴۱۹) ابوعوانہ ابوداؤد۔

(صفة صلوٰة النبی صلی اللہ علیہ وسلم من التکبیر الی التسلیم کانک تراھا۔ (صفحہ ۱۴۶، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۵۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۲ شارع شیش محل لاہور پاکستان)

(نماز نبوی، احادیث صحیحہ کی روشنی میں (صفحہ: ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۸، ۱۵۹) تالیف ناصر الدین البانی۔ ترجمہ و تہذیب محمد صادق خلیل، ضیاء السنۃ، ادارہ الترجمۃ التالیف۔ رحمت آباد فیصل آباد پاکستان)

وہابیوں کے ایک اور محقق کی تحقیق:

فضل الودود فی تحقیق رفع الیدین للسجود۔ ابوحفص بن عثمان بن محمد عثمانی۔ ب داجل قریۃ من مضافات ڈیرہ غازی خان خطیب جامع اہل حدیث بلاک نمبر ۱۵ ڈیرہ غازی خان (مجلس اخوان اہل حدیث)

معلوم ہوا سجدوں کی رفع یدین پر صحیح احادیث موجود ہیں، لیکن وہابیوں کا ان پر عمل نہیں، اگر سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا منسوخ ہے تو باقی منسوخ کیوں نہیں؟

وہابیوں کا ایک متفقہ فتویٰ:

سجدوں کے وقت رفع یدین کے متعلق وہابی حضرات کے معتبر ترین فتاویٰ، ''فتاویٰ علمائے حدیث'' جلد ۴ صفحہ ۳۰۷ پر ہے:

''عامل رفع یدین عند ارادۃ السجدہ و بین السجدتین'، مصیب ہے اور مانع لان المنع وقع علی الامر المشروع و کل منع وقع علی الامر المشروع فہو خطاء بلاشک حدیث صحیح ہے...... یہ رفع یدین منسوخ نہیں بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر عمر کا فعل ہے۔ کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی آخری عمر میں داخل ہوا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی ہے جس سے نسخ ثابت ہو۔ احتمالات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ وہابی محققین کے نزدیک سجدوں کے درمیان کا رفع یدین بھی ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے۔ لیکن وہابی حضرات اس پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے منسوخ ہونے پر کوئی صریح حدیث پیش کرتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟

ان روایات پر وہابیوں نے بھی عمل نہیں کیا:

ان روایات پر تو وہابیوں کا بھی عمل نہیں ہے

❁ کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری ۱/۱۰۲ پر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی اکثر روایات میں کندھوں تک اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے جو الفاظ آپ نے لکھے ہیں ان میں تو صراحۃً الفاظ ہیں "رفع یدیہ حتی حاذتا باذنیہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کیا۔

اب اگر ان روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری عمل بیان کیا گیا ہے، تو بتائیے! آپ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ''آخری عمل'' کو اپناتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو ہمیشہ کندھوں اور کانوں تک کیوں نہیں اٹھاتے؟

دوسروں کو دعوت دینے سے قبل ان روایات پر خود عمل کر کے دکھائیں، جب خود آپ نے ہی ان روایات پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ آپ کا عمل ان کے خلاف ہے۔ تو سچ بتائیے!...... آپ نے خود ہی اس بات کی وضاحت نہیں کر دی کہ ان روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ذکر نہیں کیا گیا۔

❁ ایسے ہی نسائی کی روایات میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا یہ طریقہ بتایا گیا ہے، کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور کلائی پر ہونا چاہئے، یہ طریقہ بھی اہلسنت کا ہے، جبکہ وہابی حضرات کلائی پر کلائی رکھتے ہیں، اور بعض تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کہنی تک لے جاتے ہیں، لہٰذا اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلسنت کا طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے عین مطابق ہے اور وہابی

حضرات اس مسئلہ میں بھی آپ ﷺ کی زندگی کے آخری عمل کی مخالفت کرتے ہیں۔

ہمارا مطالبہ:

آخر میں ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ

اولاً: آپ رفع یدین کی حیثیت کو واضح کریں کہ آپ کے نزدیک اس کا درجہ کیا ہے؟ فرض واجب، سنت موکدہ اور مستحب یا مباح میں سے کونسی قسم سے متعلق ہے؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟ پہلے قرآن وحدیث سے اس کا درجہ متعین کریں اور پھر اس معیار کی دلیل پیش کریں!......

ثانیا: رفع یدین نہ کرنے والے کے متعلق کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی تصریحات پیش کریں!......اس کی نماز صحیح ہے یا باطل؟

ثالثا: اپنے موقف پر کوئی ایک صحیح صریح، غیر معارض مرفوع روایت پیش کریں۔

وہابی اکابر کے مواقف میں اختلاف کیوں؟

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مسلک صرف قرآن وحدیث ہے، اگر یہ بات درست ہے تو بتایئے!...... کہ آپ کے بزرگوں کا رفع یدین کی حیثیت متعین کرنے پر اس قدر شدید اختلاف واضطراب کیوں ہے؟......قرآن وحدیث کی تصریح کے مقابلہ میں اس قدر تضاد کیوں؟...... آیئے ہم آپ کو آپ کے اکابر کے مختلف اور متضاد بیانات بھی سنائے دیتے ہیں......ملاحظہ فرمائیں!

1- نور حسین گرجاکھی نے قرۃ العینین صفحہ ۵۳ پر اسے سنت موکدہ لکھا ہے......اور صفحہ ۶۰ پر سبکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رفع یدین سنت موکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

2- خالد گرجاکھی نے لکھا ہے کہ سنت موکدہ ہے، اگر غلطی سے رہ جائے تو نماز ہوجاتی

ہے اور اگر دیدہ دانستہ چھوڑ دے تو سنت موکدہ کا تارک گنہگار ضرور ہوتا ہے۔

(اثبات رفع الیدین صفحہ ۱۸)

دیکھئے!...... باپ کا کہنا ہے کہ نماز باطل ہے، بیٹا کہتا ہے ہوگئی، صرف گنہگار ہو گا۔ بتایئے سچا کون ہے؟

3- ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے: ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ ثنائیہ/۵۷۹)

انہوں نے تو کھلی چھٹی دے دی ہے، کہ رفع یدین نہ بھی کریں تو نماز بالکل درست ہے۔

4- بعض وہابی اسے فرض بھی کہتے ہیں، زبیر علی زئی نے لکھا ہے: اگر کسی اہل حدیث نے رفع الیدین کو واجب فرض اور اس کے ترک کو نقصان صلوٰۃ وغیرہ لکھ دیا ہے تو ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ (نور العینین صفحہ ۲۳۴)

5- محمد صادق سیالکوٹی نے ایک جگہ رفع یدین کو مسواک کے برابر قرار دیا ہے۔

(صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۳۷)

دوسری جگہ پر سنت موکدہ کہا۔ (صفحہ ۲۳۶)

اور تیسرے مقام پر کہتے ہیں ہر مسلمان رفع الیدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔ (۲۴۳)

بتایئے اگر رفع یدین کی حیثیت واضح طور پر احادیث میں موجود ہے تو ایک ہی زبان سے یہ بھانت بھانت کی بولیاں کیوں ہیں؟

6- اسماعیل دہلوی صاحب کا موقف ملاحظہ ہو!...... لکھتے ہیں:

الحق ان رفع الیدین عند الافتتاح و الرکوع و القیام منہ و

القيام الى الثالثة سنة غير مؤكدة۔

”حق یہ ہے کہ نماز کے شروع میں، رکوع جاتے اور اس سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے قیام پر رفع یدین کرنا سنت غیر مؤکدہ ہے“۔

(تنویر العینین صفحہ ۵)

بتائیے! کہ اس عبارت کے مطابق رفع یدین کو سنت مؤکدہ، فرض اور واجب قرار دینے والے وہابی باطل کی حمایت نہیں کر رہے؟

مزید لکھتے ہیں:

و لا يلام تاركه و ان ترك مدة عمره۔ (ایضا)

اگر کوئی ساری عمر بھی رفع یدین نہیں کرتا تو پھر بھی اسے برا نہیں کہا جائے گا۔

ان کے نزدیک پوری عمر بھی رفع یدین چھوڑنے پر کوئی ملامت و ناراضگی نہیں۔

جبکہ دہلوی صاحب کے موقف کے برعکس آپ حضرات تو رفع یدین نہ کرنے والوں کو جلی کٹی سناتے رہتے ہیں، کیا آپ کا یہ عمل بھی حدیث پاک کے مطابق ہے؟

❁ مرزا حیرت دہلوی وہابی نے لکھا ہے: مولانا شہید نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر کوئی شخص رفع یدین نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اگر کرے تو ثواب ہے کیونکہ طرفین کے دلائل اس مسئلہ میں قوی ہیں، اس سے زیادہ فیصلہ کرنے والا اور کون منصف جج ہو سکتا ہے۔ (حیات طیبہ صفحہ ۳۲۵)

❁ نواب صدیق حسن نے لکھا ہے:

ترک رفع یدین بھی سنت ہے۔ (الروضۃ الندیہ صفحہ ۹۴)

❁ ان آخر الامرين ترك الرفع۔ (ایضا صفحہ ۹۵)

بیشک آخری عمل رفع یدین چھوڑنے کا ہے۔

❁ ابن مسعود نے جو ترکِ رفع روایت کیا ہے اس سے آپ نے آخری وقت میں

ترک کرنا مراد لیا ہے۔ (ایضا)

7- اگر طبع نازک پہ گراں نہ گزرے تو آخر میں ایک فیصلہ کن حوالہ بھی ملاحظہ ہو!......

آپ کی جماعت کے شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دہلوی رقمطراز ہیں:

درصورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع وقت برداشتن سر از رکوع منازعت و مشاتمت و مناصبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواہد بود زیرا کہ رفع و عدم رفع در ہر دو مقام با اوقات مختلفہ از آں حضرت ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت است۔

(فتاوی نذیریہ ۱/۴۴۱، فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۱۶۰)

(وہابی حضرات کا کیا ہوا ترجمہ پیش خدمت ہے) ”علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں“۔

اب فرمائیے!......آپ کے ”حضرت شیخ الکل“ کے اس بیان ”ذیشان“ کی روشنی میں موجودہ دور میں وہابی حضرات میں سے تقریباً کوئی بھی فرد صاحب علم، تعصب اور جہالت سے خالی نہیں اور نہ ہی علمائے حقانی میں ان کا شمار ہوتا ہے، کیونکہ تعصب اور جہالت سے خالی اور علمائے حقانی اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے رفع یدین کرنا اور (بعد میں) چھوڑ دینا دونوں ثابت ہیں۔

8- ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے:

فلما صح انه عليه السلام كان يرفع في كل خفض و رفع بعد تكبيرة الاحرام ولا يرفع كان كل ذلك مباحًا لا فرضًا و كان

لنا ان نصلی کذالك فان رفعنا صلینا کما کان رسول اللّٰہ ﷺ
یصلی و ان لم نرفع فقد صلینا کما کان رسول اللّٰہ ﷺ
یصلی ...... الخ (المحلی بالآثار جلد 3 صفحہ 235)

پس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ہر اونچ نیچ میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور نہیں بھی کرتے تھے تو یہ تمام طریقے (رفع یدین کرنا اور نہ کرنا) مباح ہیں، فرض نہیں، اور ہمیں چاہیے کہ ہم اسی طرح نماز پڑھیں، پس اگر ہم نے رفع یدین کر کے نماز پڑھی تو یہ نماز رسول اللہ کی نماز کی طرح ہے اور اگر ہم رفع یدین کے بغیر نماز پڑھیں تو (یہ بھی) رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح ہی ہے۔

الحمد للہ انہوں نے بغیر رفع یدین کے نماز ادا کرنا بھی سنت قرار دے کر ایسی نماز کو رسول اللہ کی نماز ہی کہا ہے اور اسے حدیث صحیح سے ثابت مانا ہے۔

9- عطاء اللہ حنیف نے اپنا ''انصاف'' پر مبنی یہ فیصلہ دیا ہے کہ...... کہا جائے گا کہ صحابہ اور تابعین کے فعل میں اختلاف ہے (کچھ رفع یدین کرتے تھے اور کچھ نہیں کرتے تھے)، رفع یدین اور ترک رفع یدین میں سے کوئی چیز لازم نہیں کہ اسے چھوڑنے والے کو ملامت کی جائے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ سے ثبوت رفع کا قول راجح ہے...... و یجوز استنان الامرین جمیعا۔

(تعلیقات سلفیہ علی سنن النسائی جلد 1 صفحہ 102)

اور دونوں (رفع یدین اور ترک رفع یدین) کا سنت ہونا جائز ہے۔

یعنی ان کے نزدیک رفع یدین نہ کرنا بھی صحابہ اور تابعین بلکہ سنت کے مطابق ہے۔

10- عبداللہ غزنوی نے لکھا ہے: یہ اختلاف مباح ہے کہ قنوت پڑھے یا نہ پڑھے، ایسے ہی رفع یدین نماز میں کرنا یا نہ کرنا۔

(فتاوی عزیزیہ صفحہ 34، فتاوی علمائے حدیث جلد 3 صفحہ 151، 152)

11- ابوالمنہال شاغف بہاری نے کہا ہے: عدم رفع الیدین کی کوئی روایت بھی سند صحیح مرفوع متصل کتب احادیث میں موجود نہیں۔

(صراط مستقیم اور اختلاف امت صفحہ 119)

اور لکھا:

''اہل حدیثوں کے نزدیک صرف اور صرف رفع یدین کرنا ہی سنت ہے۔ ترک نہیں''۔ (ایضا صفحہ 101)

وہابی اکابر نے دونوں کو سنت کہا اور اس آدمی نے اس کا انکار کر دیا ہے کیا ترک رفع یدین کو سنت کہنے والے ''اہلِ حدیث'' سے خارج ہیں۔

ہمیں انتظار رہے گا کہ آپ ان بیانات میں سے کس بیان کو حق اور درست قرار دیتے ہوئے قرآن و حدیث سے ثبوت فراہم کرتے ہیں۔

و ما علینا الا البلاغ۔

جواب کا منتظر

ابوالحقائق غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ

بمطابق ۲۲ جولائی ۲۰۰۴ء



امین محمدی کا جوابی خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب صوفی محمد رفیق صاحب۔ وعلیکم السلام۔ امابعد!

بندہ نے آپ کے مطالبہ پر آپ کی خیر خواہی کرتے ہوئے تین ایسی احادیث پیش کی تھیں جو نبی اکرم ﷺ کے آخری زمانہ کے عمل پر واضح دلیل ہیں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ یا ان پر عمل کرتے یا یہ ثابت کرتے کہ نبی ﷺ نے ان احادیث میں بیان عمل کے بعد اپنا عمل بدل لیا اور ساتھ ہی اس کی دلیل پیش کر دیتے لیکن اس کی بجائے ایک کتابچہ۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع الیدین کیا ہے؟ ارسال کر دیا یاد رکھیں کہ دنیا میں ہر موضوع پر کتابیں موجود ہیں اگر کتابیں ہی پیش کرنی ہیں تو بازار کی طرف رجوع فرمائیں میں نے پہلے بھی انتہائی اختصار کے ساتھ تین احادیث لکھ دی تھیں جو الحمدللہ مرفوع بھی ہیں صحیح بھی ہیں غیر محتمل اور صریح بھی ہیں آپ پر لازم تھا کہ یا ان پر عمل کرتے یا پھر بتا دیتے کہ یہ عمل آپ کا آخری نہیں بلکہ اس کے بعد آپ ﷺ نے فلاں تاریخ سے یہ عمل چھوڑ دیا ہے یا اس میں کوئی تبدیلی کرنی ہے اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ نبی ﷺ نے مذکورہ صحابہ کرام خصوصاً حضرت مالک ؓ بن حویرث اور وائل بن حجرؓ کے مشاہدہ کے بعد اپنا یہ عمل چھوڑ دیا ہے تو آپ کی بات قبول کی جائے گی ورنہ جتنے مرضی اوراق کالے کرتے رہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ جہاں تک کتابچے کا تعلق ہے تو اس کا سرورق ہی آپ کے خلاف ہے آپ بتائیں کہ آپ آج دن تک نبی ﷺ کی حیات کے قائل ہیں یا وفات کے؟ اگر حیات کے قائل ہیں تو

یہ سوال کیسا اور اگر وفات کے قائل ہیں تو پہلے اس کا اعتراف کریں اور بعد میں یہ ثابت کریں کسی صحیح صریح مرفوع غیر محتمل روایت سے ان احادیث کے بعد وفات سے قبل فلاں تاریخ سے نبی ﷺ نے یہ عمل تبدیل کر لیا تھا۔

ان احادیث کا درجہ صحت اور صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کے معیار کے متعلق امت مسلمہ کا فیصلہ کرنے کیلئے چند ایک عبارات پیش خدمت ہیں ان پر سنجیدگی سے غور کرنا اور کتابچہ کے مصنف کے انداز کو دیکھنا اور انہوں نے جو روایت پیش کی ہے صحیح بخاری و مسلم کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہے یہ فیصلہ کرنا بھی آپ کے کوئی مشکل نہیں ہوگا اور امید ہے کہ جیسے آپ زبانی باتیں کرتے ہیں اگر دل سے بھی ایسے ہی ہوئے تو عمل سنت کے مطابق بنانا بھی آسان ہوگا انشاءاللہ!

آپ کے کتابچہ کے صفحہ ۱۸ پر ''ترک رفع یدین پر حضرت ابن عمر کی مرفوع روایت'' کے عنوان کے تحت جو روایت پیش کی گئی ہے آپ کے خیال کے مطابق وہ رفع الیدین کے متعلقہ صحیح بخاری و مسلم کی احادیث سے بہتر ہے اور اس پر عمل راجح ہے جب کہ حقیقت ہے کہ یہ روایت باطل اور من گھڑت موضوع ہے اور عجیب تماشہ ہے کہ جس کتاب کے حوالہ سے یہ روایت لکھی گئی ہے اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ ہذا باطل موضوع ولا یجوز ان یذکر الا علی سبیل القدح کہ یہ روایت باطل ہے جھوٹی من گھڑت ہے اس روایت کو صرف اس لئے بیان کیا جانا چاہئے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے یہ روایت جھوٹی ہے لیکن ساقی صاحب کا کمال ہے کہ وہ اسے صحیح بخاری اور مسلم کی احادیث سے ترجیح دے رہے ہیں جبکہ ان کے متعلق علماء فقہاء محدثین کا متفقہ فیصلہ حاضر خدمت ہے۔

1- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ۱۳۴ میں فرماتے ہیں:

اما الصحیحان فقد اتفق المحدثون علی ان جمیع ما فیھا من

المتصل المرفوع صحيح بالقطع و انهما متواتران الى مصنفيهما و ان كل من يهون امرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المومنين۔

2- اجمع اهل العلم الفقهاء و غيرهم على ان رجلا لو حلف بالطلاق ان جميع ما فى كتاب البخارى مما روى عن النبى قد صح عنه و رسول الله صلى الله عليه وسلم قاله لا شك فيه انه لا يحنث والمرأة بحالها فى حبالته و كذاك ما ذكره ابو عبد الله الحميدى فى كتاب الجمع بين الصحيحين من قوله لم نجد من الائمة الماضين رضى الله عنهم اجمعين من افصح لتأفى جميع ما جمعه بالصحة الاهذين الا ما مين مقدمه ابن الصلاح صفحه ۱۳۔

3- فاو لها صحيح اخرجه البخارى و مسلم جميعاً الثانى صحيح انفرد به البخارى اى عن مسلم الثالث صحيح انفرد به مسلم اى عن البخارى الرابع صحيح على شرطهما لم يخرجاه الخامس صحيح على شرط البخارى لم يخرجه السادس صحيح على شرط مسلم لم يخرجه السابع صحيح عند غيرهما و ليس على شرط واحد منهما هذه امهات اقسامه و اعلاها الاول و هو الذى يقول فيه اهل الحديث كثيرا صحيح متفق عليه۔

محمدؐ امین بن عبدالرحمٰن

۱۶جمادی الاولیٰ۱۴۲۶ھ

۲۴جولائی ۲۰۰۵ء



ہمارا تیسرا خط:

محمد امین بن عبدالرحمٰن کے نام

محمد امین بن عبدالرحمٰن صاحب! راقم الحروف نے آپ کے مولوی صفدر عثمانی کا محاسبہ کرتے ہوئے اسی کے انداز میں چند مسائل (تحقیقی محاسبہ اور محققانہ فیصلہ میں) ذکر کیے تھے کہ وہ وہابیوں کے اصول کے مطابق بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، ان میں ایک مسئلہ اہل سنت (احناف) اور غیر مقلدین کے مابین اختلافی رفع یدین کا بھی تھا۔ صفدر عثمانی نے صوفی محمد رفیق صاحب اور دیگر احباب کو یہ باور کرار کھا ہے کہ صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس پر معمولی سے معمولی جرح بھی نہیں ہوتی، اس خود ساختہ اصول کے تحت اس نے ہمارے دلائل کو رد کرنے کی خام کوشش کی، جس میں ہماری کاوش اور توثیق کو رد کرنے کا یہ قانون بھی گھڑا کہ اگر چند آدمی کسی شخص کی توثیق کریں اور دنیا کی کسی کتاب کے کسی کونے سے بھی اس پر کوئی جرح کا لفظ مل جائے تو وہ راوی ثقہ قرار نہیں پاتا، اور مجروح روایت (خواہ معمولی جرح ہی کیوں نہ ہو) قابل قبول نہیں۔ اب جب ہم نے چند مسائل درج کئے تو چونکہ وہ اس وہابی صاحب کے منگھڑت اصولوں کی وجہ سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے تھے اس لئے وہ بغلیں جھانکنے لگے، اور مقابلہ کی جرأت نہ کر سکے۔

اتفاق سے ہمارا وہ کتابچہ آپ کے پاس بھی پہنچا اول تو آپ نے ہمارے بارے میں ناواقفی کا اظہار کیا۔ بعد ازیں صوفی رفیق صاحب سے فرمایا کہ یہ کونسی کوئی مشکل بات ہے، چلیں صفدر عثمانی نہیں، امین محمدی تو حاضر ہے۔ میں آپ کو رفع یدین پر احادیث لکھ کر دیتا ہوں وہ احادیث بالکل صحیح ہوں گی لہٰذا آپ ان پر عمل کر کے

اہلحدیث (وہابی) ہو جائیں۔

صوفی صاحب وہ احادیث ہمارے پاس لائے ہم نے محدثانہ طریقہ پر ان پر تحقیقی گفتگو آپ کو لکھ بھیجی...... لیکن آپ نے ہمارے پمفلٹ کو دیکھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ میں نے رقعہ لکھ کر بھیجا تھا تم پمفلٹ لے آئے ہو، حالانکہ رقعہ کا جواب پمفلٹ کی شکل میں دینے سے اسلام کے کسی قانون پر کوئی زد نہیں پڑتی...... صوفی صاحب نے آپ کو سمجھایا کہ حضرت کچھ بھی ہے، آخر یہ جواب آپ کی پیش کردہ احادیث کا ہے، لہٰذا جواب دینا آپ کی اخلاقی اور مسلکی ذمہ داری ہے لیکن آپ ٹالتے رہے، حتیٰ کہ صوفی صاحب کے زیادہ دباؤ ڈالنے کی وجہ سے آپ نے بادل نخواستہ، وقت گذارنے کیلئے ''ہاں'' تو کر دی لیکن پورا سال وعدہ پورا کرنے سے قاصر رہے۔ اسی دوران آپ نے ایک دن یہ بھی فرمایا کہ کتاب گم ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپ کو دوبارہ کتاب پیش کی گئی لیکن کیا مجال کہ آپ جواب کی جرأت کرتے۔ بہر حال صوفی صاحب نے بعض وہابیوں سے کہا کہ ایک طرف تم اپنی صداقت وحقانیت کا نعرہ لگاتے نہیں تھکتے اور دوسری طرف تمہارے بہت بڑے مناظر، شیخ الحدیث اور نجانے کیا کیا کچھ صاحب جواب نہیں دے پا رہے، چنانچہ انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا، اور آپ نے اپنی بنائی ہوئی ''عزت'' کو بچانے کیلئے تقریباً سوا دو صفحات کا ایک خط اور وہ بھی راقم کو نہیں محمد رفیق صاحب کو ارسال کیا۔ اب بتائیے یہ کہاں کا اخلاق اور قانون ہے کہ آپ کی تحقیق کی زنجیریں توڑنے والے ہم ہوں اور آپ ایک سال کے بعد خط لکھیں تو وہ بھی دوسرے آدمی کے نام۔

؎ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

جھوٹ کی بھرمار:

اور نہایت افسوس کے ساتھ لکھا جا رہا ہے کہ آپ جیسے مدعیان علم وتحقیق اپنے سوا

دو صفحاتی خط میں جھوٹ کی آویزش بلکہ صراحت سے اجتناب نہ کر سکے۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو!

1- آپ نے لکھا ہے:

''تین ایسی احادیث پیش کی تھیں جو نبی اکرم ﷺ کے آخری زمانہ کے عمل پر واضح دلیل ہیں''۔

یہ سراسر جھوٹ اور غلط بیانی ہے جو کہ محض اپنے وہابی مذہب کو بچانے کیلئے کی گئی ہے، کیونکہ ان تینوں روایتوں میں کوئی ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے، جس کا معنیٰ ہو اور آخری'' کے عمل اگر آپ سچے ہیں تو ان روایات سے آخری زمانہ کے عمل'' کا جملہ نکال کر دکھائیں۔

2- مزید لکھا ہے:

''(آپ نے) ایک کتابچہ۔ ''کیا رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع الیدین کیا ہے؟'' ارسال کر دیا''۔

اس عبارت میں آپ نے یہ جھوٹا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ کتابچہ آپ کے دلائل کے جواب میں نہیں تھا بلکہ پہلے سے اس موضوع پر لکھا گیا تھا جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ کتابچہ آپ کے دلائل کا منہ توڑ جواب اور آپ کے نام لکھا گیا تھا۔ جو کہ اب تک لاجواب ہے اور رہے گا۔ انشاء اللہ

آپ پر لازم تھا کہ اس پمفلٹ کا حرف بحرف جواب دیتے، احادیث کا اضطراب وتضاد دور کرتے، اور اپنا صحیح موقف صحیح، صریح، غیر معارض مرفوع حدیث سے پیش کرتے جبکہ آپ ایسا نہیں کر سکے اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔

3- چند سطور کے بعد پھر آپ نے جھوٹ بولا ہے کہ

''تین احادیث لکھ دی تھیں جو الحمد للہ مرفوع بھی ہیں صحیح بھی ہیں غیر محتمل اور

صریح بھی ہیں۔

یہ دوسری بار جھوٹ ہے، غیر صریح، معارض اور مضطرب احادیث کو صریح، صحیح کہنا اور اس پر الحمدللہ پڑھنا کس قدر قابل افسوس ہے! یا تو آپ کو صریح وغیرہ کی تعریف نہیں آتی اور مضطرب روایت کی واقفیت نہیں، یا دیدہ دانستہ حق کو چھپا رہے ہیں۔

4- اپنے خط کے دو مقام پر آپ نے یہ جھوٹا تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اگر کوئی عمل تبدیل ہو چکا ہو تو اس کی تاریخ بتانا ضروری ہے...... آپ نے لکھا ہے ''یا پھر بتا دیتے کہ یہ عمل آپ کا آخری نہیں بلکہ اس کے بعد آپ ﷺ نے فلاں تاریخ سے یہ عمل چھوڑ دیا ہے''۔

مزید لکھا:

''یہ ثابت کریں...... کہ ان احادیث کے بعد وفات سے قبل فلاں تاریخ سے نبی ﷺ نے یہ عمل تبدیل کر لیا تھا''۔

آپ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو عمل متروک یا تبدیل ہو چکا ہو اس کی تاریخ بتانا ضروری ہے۔ لہٰذا:

اولاً: آپ یہ قانون صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے ثابت کریں۔

ثانیاً: اگر قانون یہی ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قرآن میں جو آیات منسوخ ہیں، اور ذخیرۂ کتب احادیث میں جو احادیث متروک ہیں ان کی تاریخ نسخ و ترک کیا ہے، ایسے ہی اسلام میں جو اعمال تبدیل ہوئے ہیں مثلاً شراب نوشی پہلے جائز تھی بعد میں حکم تبدیل ہو گیا، کیا اس کی تاریخ بتا سکتے ہیں؟

ثالثاً: کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ تاریخ لکھنے اور بتانے کا آغاز کب ہوا تھا، قرآن میں، حدیث میں اس کی تاریخ ابتداء کیا ہے؟

رابعاً: جن روایات میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے وہابی حضرات نے ان

کی تصحیح و توثیق بھی کی ہے، بلکہ فتاوٰئے علمائے حدیث ۳۰۶/۴ پر ہے کہ سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے والا ثواب کا حقدار ہے، اور منع کرنے والا غلط، یہ رفع یدین منسوخ نہیں، بلکہ یہ نبی ﷺ کا آخری فعل ہے، کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی آخری عمر میں اسلام میں داخل ہوا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی ہے جس سے نسخ ثابت ہو۔ (ملخصًا)

بتایا جائے وہابی حضرات اس رفع یدین پر عمل کیوں نہیں کرتے، جب یہ حضور کا آخری عمل ہے تو اس عمل کو ترک کر کے تارک سنت کیوں بنتے ہیں؟ اس کے منسوخ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ کیا تاریخ ہے؟ کیا سن ہے اور کون سا مقام ہے؟

خامساً: آپ بتائیے کہ آپ سچے ہیں یا فتاوٰئے علمائے حدیث کے مفتی اور مرتبین؟ آپ کہتے ہیں صریح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے شروع نماز رکوع جاتے اور رکوع سے آتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کیا ہے، اس میں آپ سجدوں کا ذکر ہی نہیں کرتے جبکہ آپ کے مفتی کہہ رہے ہیں سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہے؟ کون سچا، کون جھوٹا؟

6- آپ نے ہمیں ''وفات النبی ﷺ کے منکر'' ثابت کرنے کیلئے یہ جھوٹ گھڑا ہے کہ:

جہاں تک کتابچے کا تعلق ہے تو اس کا سرورق ہی آپ کے خلاف ہے آپ بتائیں کہ آپ آج دن تک نبی ﷺ کی حیات کے قائل ہیں یا وفات کے؟ اگر حیات کے قائل ہیں تو یہ سوال کیسا اور اگر وفات کے قائل ہیں تو پہلے اس کا اعتراف کریں؟

حضرت! آپ کو جھوٹ بولنے سے پہلے ہماری کسی معتبر کتاب سے ثبوت دینا چاہیئے تھا کہ ہم اہلسنت حضور اکرم ﷺ پر وفات کا قانون پورا ہونا نہیں مانتے، کم از کم آپ اتنا ہی سوچ لیتے کہ اگر واقعۃً ہم وفات النبی ﷺ کے قائل نہ ہوتے تو اپنی کتاب کا یہ نام کیوں رکھتے...... لیکن شاید آپ اتنی واضح بات کو بھی سمجھنے سے قاصر اور عاری

ہیں کہ انبیاء کرام پر وفات کا قانون پورا ہونا اور بات ہے اور حیات فی القبر دوسری چیز ہے۔ اگر انبیاء کرام کو ان کی قبور مقدسہ میں زندہ ماننے سے وفات کا انکار لازم آتا ہے تو آپ ہمیں لکھ بھیجیں، انشاء اللہ ہم آپ کو آپ کے اکابر کی تحریریں دکھا دیں گے۔ شاید خدا آپ کو ہدایت عنایت فرمادے۔

کیا یہ آپ کا آخری عمل ہے؟

آپ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ کوئی ایک ہی ایسی صریح صحیح اور مرفوع روایت پیش کریں جس سے واضح ہو کہ اختلافی رفع یدین حضور اکرم ﷺ کا آخری عمل ہے اور آپ نے اپنی آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی تھی۔ آپ نے جو تین روایات ارسال کی تھیں ان میں آخری نماز، یا آخری عمل کے ہرگز کوئی لفظ نہیں ہیں...... یہ آپ کا رسول اللہ ﷺ پر بہتان ہے، ہمارے پمفلٹ میں اس پر سیر حاصل گفتگو موجود ہے۔ مثلاً:

1- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے متعلق واضح کیا تھا کہ وہ روایت مضطرب ہے، بخاری ۱۰۲/۱ پر اسے چار انداز سے پیش کیا گیا ہے، اور چاروں روایتوں کا مضمون مختلف ہے۔ پھر مؤطا امام مالک ۶۱، ۶۰، ۵۹ جزء رفع الیدین صفحہ ۶۸ مترجم طبع چہارم از خالد گرجاکھی، اور نصب الرایہ ۴۰۹/۱ کے حوالہ جات سے اس بات کو ثابت کیا تھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ صرف دو جگہ پر رفع الیدین کرنے کی روایات بھی موجود ہیں۔

ابن حزم، خالد گرجاکھی اور عبد الرشید انصاری کے چھ عدد حوالہ جات سے ثابت کیا کہ صحیح احادیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا

بھی موجود ہے۔

 علاوہ ازیں ایسی روایات بھی موجود ہیں جن میں ایک رکعت مکمل کر کے دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ملتا ہے اور ہر اونچ نیچ پر بھی، بعض روایات میں نماز کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ یہ تمام امور تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

 ہم نے گیارہ عدد حوالہ جات (اور اب تیرہ حوالہ جات) سے یہ بھی ثابت کیا کہ آپ کی پیش کردہ روایت کے مرفوع ہونے پر بھی شدید اختلاف ہے، محدثین نے اسے موقوف قرار دیا ہے اور موقوف وہابیوں کے ہاں حجت نہیں۔

 دس حوالہ جات (اور اب سترہ حوالہ جات) سے ثابت کیا کہ اس روایت کے مرکزی راوی حضرت امام مالک اور ان کے اصحاب نے اس روایت پر عمل نہیں کیا، اور وہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کے قائل وفاعل تھے۔

 ہم نے یہ بھی ثابت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے اصل راوی ہیں ان کا اپنا عمل بھی صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کا تھا۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق انہوں نے رفع یدین کو بدعت قرار دیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت امام شعبی بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

 یہ تمام روایات ایک دوسری کی مخالف ہیں۔ ہم نے امام طحاوی، حافظ ابن حجر اور محمد بن اسماعیل یمانی غیر مقلد کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رفع یدین کوئی ضروری نہیں ہے۔

 بحث کو فیصلہ کن موڑ پر لاتے ہوئے ہم نے دو عدد ایسی مرفوع روایات پیش کی تھیں جن میں سے پہلی روایت میں رسول اللہ ﷺ سے صراحۃً ثابت ہے کہ آپ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اس کے بعد نہ کرتے اور دوسری میں

بھی واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کا صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔ (اب طبع دوم میں ہم نے اپنے سابقہ مضمون میں حوالہ جات کا اضافہ کر دیا ہے)

اب چاہئے تھا کہ آپ ان روایات پر تفصیلی تبصرہ کرتے ، حدیث کا اضطراب دور کرتے ، اور کسی ایسی صحیح ، صریح ، غیر معارض مرفوع روایت کی طرف اشارہ کرتے کہ جس میں یہ لفظ ہوتے کہ آپ نے آخری نماز (اختلافی) رفع یدین کے ساتھ پڑھی تھی ، لیکن آپ ایسا نہ کر سکے اور نہ ہی کر سکتے ہیں لیکن آپ نے عجب چال چلی بجائے جواب دینے کے اپنی اندھی تقلید کی دعوت دینے لگے ، اور محض اپنے مذہب کو بچانے کی خاطر لکھ مارا۔

”ترک رفع یدین پر حضرت ابن عمر کی مرفوع روایت ...... باطل اور منگھڑت موضوع ہے اور عجیب تماشہ ہے کہ جس کتاب کے حوالہ سے یہ روایت لکھی گئی ہے اسی کتاب میں اس صفحہ پر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ ھذا باطل موضوع ...... الخ“۔

اب آپ پر فرض ہے کہ آپ:

1- روایت کے باطل اور من گھڑت موضوع ہونے کی تعریف لکھیں اور یہ بتائیں کہ کسی حدیث کو موضوع ثابت کرنے کیلئے کیسی شرائط کا ہونا ضروری ہے سند میں کیسے راوی ہوں تو موضوع ہوتی ہے اور پھر اپنی بیان کردہ شرائط کے مطابق اس روایت کو موضوع ثابت کر دکھائیں۔

2- اس حدیث کو کس نے موضوع اور من گھڑت کہا ہے ، ہماری کتاب میں نصب الرایہ اور موضوعات کبیر (اور اب الاسرار المرفوعہ) کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا گیا تھا...... اگر آپ کا یہ کہنا ہے کہ موضوعات کبیر میں اسے موضوع باطل کہا گیا ہے تو آپ کے جھوٹوں میں ایک اور جھوٹ کا اضافہ ہے کیونکہ ملا علی

قاری نے موضوعات کبیر میں اس حدیث کو موضوع کہنے والوں کا رد کیا ہے اور اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسے امام زیلعی صاحب نصب الرایہ نے موضوع کہا ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ وہ ان کا اپنا فیصلہ نہیں ہے ، نصب الرایہ میں امام حاکم کا بے سند قول نقل کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے کسی راوی کو کذاب یا وضاع ثابت کر کے وہابیوں پر احسان کریں!

صرف حاکم کے کہنے یا آپ کے کہنے پر کسی حدیث کو موضوع نہیں مانا جا سکتا کیونکہ اسے موضوع کہنا ان کی غلطی ہے اور انہوں نے اس کی جو علت بیان کی وہ بھی درست نہیں۔

لہٰذا اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ عجیب تماشہ ہے کہ جس آدمی کو حدیث موضوع کی تعریف بھی نہیں آتی ، حاکم کے قول کی حقیقت کا بھی علم نہیں اور ان کا یہ قول نصب الرایہ میں ہے یا موضوعات کبیر میں اس کا فرق واضح نہیں وہ محض تقلیداً اپنے مذہب کو بچانے کیلئے اس حدیث کو موضوع اور منگھڑت ثابت کر رہا ہے۔ لا حول و لا قوۃ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت:

ان کی روایت کے متعلق تفصیلی بحث کی گئی تھی۔

- اس روایت میں تیسری رکعت پر رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں ، لہٰذا وہ بھی ترک کر دیں۔
- اس میں آخری نماز کا ذکر نہیں۔
- ۹ عدد روایات سے آپ سے سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا بھی ثابت کیا اور حافظ ابن حجر کا سجدوں والی روایت کو صحیح ترین (اصح) قرار دینا بھی نقل کیا۔ لہٰذا سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کریں آپ سے بعض روایات میں پہلا رفع یدین بھی مذکور نہیں ، لہٰذا شروع والا رفع یدین چھوڑ دیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت:

ان کی روایت کے بارے میں لکھا تھا کہ

- اس میں حضور ﷺ کی آخری نماز کا ذکر نہیں اور تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر نہیں، للہذا وہ بھی چھوڑیں۔
- حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے ہی پانچ ایسی روایات نقل کی تھیں جن میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا بھی ذکر ہے، تو وہ بھی کریں۔
- پانچ روایات سے ثابت کیا تھا کہ ہر اونچ نیچ پر رفع یدین ہے، للہذا اس پر بھی عمل کریں۔
- یہ بھی ثابت کیا تھا کہ حضرت ابراہیم نخعی (بخاری شریف کے راوی) اس حدیث کے مقابلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رفع یدین نہ کرنے والی روایت کو ترجیح دیتے تھے اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے علامہ ابن عبد البر کا بھی یہی موقف ہے۔
- اور آخر میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی مرفوع قولی روایت سے ثابت کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کا حکم فرمایا، اور امام نووی کا قول لکھا تھا کہ فعلی کے مقابلہ میں قولی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے۔

لیکن نہایت افسوس ہے کہ آپ ان تمام امور کو نظر انداز کر گئے، اور انہیں پس پشت ڈالتے میں ہی اپنے مذہب کی عافیت سمجھی، اور محض اپنی عوام کو حقائق سے بے خبر رکھ کر اپنا حلقہ مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔

امین صاحب کا نفرت آمیز جملہ:

وہابیہ کا توہین آمیز اور گستاخانہ مذہب کوئی ڈھکا چھپا نہیں، آپ نے اپنے پمفلٹ

میں اسی عادتِ بد کا اظہار کیا ہے آپ نے جوش میں ہوش کھو کر لکھا ہے:

''جتنے مرضی اوراق کالے کرتے رہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں''۔

وہابیوں کو دلائل قرآن وحدیث سے فائدہ نہ ہونے پر تو ہمیں حق الیقین حاصل ہے، لیکن آپ کا احادیث نبویہ پر مشتمل مسوّدہ کو ''اوراق کالے کرتے رہیں'' کہنا بتایئے کس ذہن کی غمازی کرتا ہے، یہ نازیبا جملہ کسی چیز کا آئینہ دار ہے۔

کیا حدیثِ حضرت مالک وحضرت وائل میں رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ہے:

آخر کار آپ نے اپنا سارا زور اسی بات پر صرف کیا ہے کہ آپ یہ ثابت کر دیں کہ ''نبی ﷺ نے مذکورہ صحابہ کرام خصوصاً حضرت مالک بن حویرث اور وائل بن حجر کے مشاہدہ کے بعد اپنا یہ عمل چھوڑ دیا ہے''۔

اس کے جواب میں ہماری گذارش یہ ہے کہ حضرت مالک وحضرت وائل رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ دونوں روایتوں میں تیسری رکعت، کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ وہابی حضرات اس مقام پر رفع یدین کرتے ہیں، تو معلوم ہوا وہابیوں کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے آخری زمانہ کے عمل کے خلاف ہے (آپ کے قانون کے مطابق) ثابت ہوا کہ تیسری رکعت میں رفع یدین نہیں ہے، اب آپ ہمت کر کے اپنے وہابیوں کو خبر کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ترک کر دیا تھا للہذا تم بھی چھوڑ دو۔

- اور دیکھئے! بخاری ۱۰۲/۱ کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے جبکہ حضرت مالک کی روایت (جو آپ نے نقل کی ہے) میں کسی جگہ کا ذکر نہیں اور حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت میں کانوں تک اٹھانے کا ذکر ہے، جب کہ وہابی سینے تک ہاتھ اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کا آخری زمانہ کا عمل کانوں تک ہاتھ اٹھانا ہے جس پر احناف کا عمل

ہے وہابیوں کا نہیں۔

✿ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت میں بتایا گیا ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور کلائی پر ہونا چاہیئے یہ طریقہ اہل سنت کا ہے اور وہابیوں کا عمل اس حدیث کے برعکس ہے۔

آخر کیا وجہ ہے آپ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے تیسری رکعت کا رفع یدین کیوں نہیں چھوڑتے، اپنے ہاتھوں کو کانوں تک کیوں نہیں اٹھاتے اور اپنے ہاتھوں کو درست طریقہ سے کیوں نہیں باندھتے؟ جب آپ کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں اور ان میں رسول اللہ ﷺ کے آخری زمانے کا عمل بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد کسی حدیث سے اس کی مخالفت ثابت نہیں۔ تو دوسروں کو دعوت دینے سے قبل اگر آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر دل سے ایمان رکھتے ہیں تو ان پر خود عمل کیوں نہیں کرتے، خیالی پلاؤ کیوں پکاتے ہیں؟ احناف کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ترکِ رفع یدین ثابت ہے اس لئے ہم ان پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو دعوت بھی دیتے ہیں اگر آپ اپنی غلطی کا اعتراف کرلیں تو ہم احادیث صحیحہ سے ترک رفع یدین ثابت کردیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

سجدوں کے وقت رفع یدین:

آپ نے اپنا سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ حضرت مالک وحضرت وائل رضی اللہ عنہما چونکہ آخری ایام میں مسلمان ہوئے تھے، تو معلوم ہوا رفع یدین آپ کا آخری عمل ہے...... ہم نے اس کے جواب میں (آپ کے والد کے ہم نام) آپ کے محدث عبد الرحمن مبارکپوری کے حوالے سے لکھا تھا کہ کسی راوی کے آخری دنوں میں مسلمان ہونے کو دلیل وہی شخص بنا سکتا ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ دونوں سے جاہل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو! (تحقیق الکلام صفحہ ۷۵)

آپ نے اس کا جواب نہ دے کر اپنی جہالت کا پردہ چاک نہیں کیا اور نہ ہی اصول حدیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ حضرت مالک اور حضرت وائل رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ ہی مسائل نماز حرف آخر ہیں، کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ سے نماز کے مسائل حاصل نہیں کرنے چاہئیں۔

1- کیا نماز کے تمام مسائل ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں؟ اگر ہیں تو کیا ہم اس بارے میں سوالات کرسکتے ہیں؟ کہ:

2- آپ کے محقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ مسائل نماز ناسخ (حرف آخر) ہیں۔ (نور العینین صفحہ ۲۳۸)

بتایئے آپ سچے یا وہ؟

علی سبیل التنزل اگر آپ حضرت مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو ہی آخری عمل کی دلیل بنانا پسند کرتے ہیں تو آیئے ہم ایک اور موڑ کی طرف آپ کا رخ کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا بھی منقول ہے۔ لیجئے! آپ کے علم میں اضافہ کرتے ہوئے آپ کے گھر کا حوالہ پیش کئے دیتے ہیں:

"عامل رفع یدین عند ارادۃ السجدہ و بین السجدتین مصیب ہے...... بلا شک حدیث صحیح ہے...... یہ رفع یدین منسوخ نہیں بلکہ نبی ﷺ کا آخری عمر کا فعل ہے کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی آخری عمر میں داخل ہوا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی ہے جس سے نسخ ثابت ہو، احتمالات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ۴/۳۰۶)

ہمارے کتابچہ میں ناصر الدین البانی اور دیگر وہابی علماء کے حوالے سے اس مسئلہ پر پہلے بھی روایات درج کی گئی ہیں۔ وہ بھی ملاحظہ فرمالیں!

وہابیوں کا مذکورہ فتاویٰ ان کے اکابر علماء کی ایک کثیر تعداد کی تائید وتصدیق سے

شائع ہوا ہے، وہابی خود کو محدث کہتے نہیں تھکتے اگر یہ بات درست ہے تو پھر وہ اپنے ان خود ساختہ محدثین کی بات کو تسلیم کریں کہ سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ہے۔ اور پھر اس پر عمل کر کے دکھائیں یا کوئی ایسی دلیل پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ آپ نے یہ عمل نہ کیا تھا، ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین۔

رفع یدین ہمیشہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں:

ہمارا یہ بانگ دہل دعویٰ ہے کہ رفع یدین کے ہمیشہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، وہابی حضرات خواہ مخواہ اپنے مذہب کو بچانے کیلئے ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں، آج تک ایسی ایک روایت بھی پیش نہیں کر سکے جس کے متن میں یہ لفظ ہوں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی تھی''۔ اگر ہمت ہے تو اختلافی رفع یدین پر ایسی صریح، صحیح، غیر معارض، مرفوع روایت پیش کر دیں۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔

جبکہ ہمارے موقف کے مطابق خود وہابی علماء کے اقوال موجود ہیں: مثلاً!

1- ہمارے کتابچہ کے آخر میں عطاء اللہ حنیف (وہابی محدث) کے الفاظ موجود ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیشہ رفع یدین کرنے پر کوئی روایت نہیں، وہابی صرف الفاظ کو کھینچ تان کر اپنا موقف ثابت کرتے ہیں (تعلیقات سلفیہ صفحہ ۱۰۴)

ظاہر ہے ہمارا مطالبہ قیاس کا نہیں، حدیث کا ہے۔

2- اسی مولوی صاحب کے شاگرد زبیر علی زئی (جو وہابیوں کے نزدیک بے بدل محقق و محدث ہے) نے لکھا ہے۔ اگر اسے اہل حدیث علماء نے سنت مؤکدہ اور سنت متواترہ لکھا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ (نور العینین صفحہ ۲۳۳)

3- مزید لکھا ہے: اگر کسی اہل حدیث نے رفع الیدین کو واجب، فرض اور اس کے ترک

کو نقصان صلوٰۃ وغیرہ لکھ دیا ہے تو ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ (ایضاً صفحہ ۲۳۴)

ان دونوں عبارتوں سے صاف صاف ظاہر ہے کہ یہ وہابی علماء کا ذاتی فیصلہ ہے حدیث کے الفاظ نہیں۔

4- وہابیوں کے شیخ الکل فی الکل نذیر حسین دہلوی نے لکھا ہے:

رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱/۴۴۱)

اگر رفع یدین ہمیشہ کرنا ثابت ہوتا تو دہلوی صاحب کا یہ ارشاد کیوں وارد ہوتا؟

یہ بھی واضح رہے کہ رفع یدین کرنے کے بارے میں جھگڑنے والا جاہل اور متعصب ہے اور رفع یدین نہ کرنے والا عالم اور انصاف پسند ہے۔

5- نواب صدیق حسن بھوپالوی نے دوٹوک لکھا ہے:

''ترک رفع یدین بھی سنت ہے''۔ (الروضۃ الندیہ صفحہ ۹۴)

❁ مزید لکھا ہے:

''آخر میں آپ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا''۔ (ایضاً صفحہ ۹۵)

❁ مزید کہا ہے:

''حضرت ابن مسعود نے جو ترکِ رفع روایت کیا ہے اس سے آپ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا''۔ (ایضاً)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے آخر میں رفع یدین ترک فرما دیا تھا اور امام بخاری کا قانون ہے:

انما یؤخذ بالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ۔ (بخاری ۱/۴۱۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل ہوگا۔

اپ بولئے! وہابیوں کا فیصلہ کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین ترک فرما دیا تھا اور امام بخاری کا قانون کہ عمل آخری فعل پر ہوگا۔ اس پر کون عمل کرتا ہے، اور کون نہیں مانتا، لہٰذا دوسروں کو بخاری کی دعوت دینے سے قبل اس پر خود عمل کریں۔ بتایئے! بخاری کو نہ مان کر بدعتی کون ہوا؟

ترک رفع یدین پر امام بخاری کی روایات:

اب آیئے! ہم آپ کو امام بخاری کی نقل کردہ عدم رفع یدین کی روایات بھی دکھا دیتے ہیں، تا کہ آپ دوسروں کو بدعتی کہنے سے عار محسوس کریں، اور اپنی حقیقت کا تعین فرما سکیں......ملاحظہ ہو!

1,2- امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی تفصیل بیان کی ہے اور اس میں یہ لفظ ہیں:

رأيتهٗ اذا كبر جعل يديه حذو منكبيه ...... الحديث۔ (بخاری ۱/۱۱۴)

"رسول اللہ ﷺ کو میں نے دیکھا آپ نے تکبیر کے وقت رفع یدین کیا"۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں صرف شروع والا رفع یدین بیان کیا ہے، یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتماع تھا اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ باقی مقام پر بھی رفع یدین ہے۔

اور امام بخاری نے یہ قانون بیان کیا ہے کہ اگر صحابی کسی چیز کا ذکر نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو! (بخاری جلد ا صفحہ ۱۳۸-۱۳۹)

تو اس سے واضح ہوا کہ اگر باقی مقامات پر رفع یدین ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور بیان کرتے۔ تو گویا نماز میں صرف پہلی بار رفع یدین کرنے پر ان صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

3- امام بخاری نے جزء رفع الیدین (منسوب بہ) میں نقل کیا ہے۔ (ترجمہ زبیر علی زئی کا ہے) بے شک عبد اللہ (بن مسعود) نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے

نماز سکھلائی ہے، پس وہ کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا، پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا پھر سعد (بن ابی وقاص) کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرے بھائی نے سچ کہا ہے، ہم اسلام کے ابتدائی دور میں اسی طرح کرتے تھے پھر ہمیں اس کا حکم دیا گیا (کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔ (جزء صفحہ ۵۸)

بخاری نے کہا: محقق علماء کے نزدیک عبد اللہ بن مسعود کی حدیث میں سے یہی روایت محفوظ ہے۔

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت ابن مسعود کی یہ حدیث صحیح اور محفوظ ہے اس روایت میں صرف ابتدائی رفع یدین کا بیان ہے اور بس۔

حضرت سعد نے بھی اس بات کی تائید کی ہے اور تطبیق (رکوع کے وقت اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کی تردید کی ہے اور نماز میں صرف ایک بار رفع یدین کرنے کی تصدیق ہے۔

امام بخاری اس روایت (صرف ایک بار رفع یدین کرنے) کو بڑے فخر سے پیش کررہے ہیں۔

اس کے حاشیئے میں وہابی محقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

"اس کی سند صحیح ہے، اسے ابن خزیمہ (۱۹۶) دار قطنی (۱/۳۳۹) اور ابن جارود (۱۹۶) نے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم (۵۳۴) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔
(جزء صفحہ ۵۸ مترجم از زبیر علی زئی)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام بخاری ان روایات کو صحیح قرار دے رہے ہیں جن میں صرف ایک بار رفع یدین کرنے کا بیان ہے۔ اگر بدعتی ہونے سے بچنا ہے تو ان پر عمل کرکے دکھائیں، ورنہ دوسروں کو بخاری، مسلم کی دعوت دینا چھوڑ دیں۔ یہ صرف دو مثالیں ہیں

اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

لیکن للعاقل تکفیہ الاشارۃ عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔

بدعتی کون ہے؟

آپ نے خط کے آخر میں شاہ ولی اللہ اور ابن صلاح کی عبارتیں (گو ترجمہ کرنے کی صلاحیت نہیں تھی) لکھ کر یہ تاثر دیا ہے کہ بخاری، مسلم میں تمام باتیں صحیح ہیں، جو ان کی توہین کرے وہ بدعتی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا ہے، اور احناف معاذ اللہ یہ کام کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ احناف ہرگز بخاری کی توہین نہیں کرتے یہ کام وہابیوں کو مبارک ہو، احناف اور بالخصوص امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی توہین وہابیوں کا وطیرہ ہے، جس پر ان کے اکابر کے اقوال بھی موجود ہیں۔

اگر بخاری و مسلم کی روایات کو دلائل کے ساتھ مضطرب اور متعارض و متضاد ثابت کرنا بھی ان کی توہین ہے تو یہ توہین وہابیوں نے ہم سے بڑھ کر کی ہے، حتی کہ کئی ایسی روایات ہیں، جن پر وہابی حضرات سرے سے عمل ہی نہیں کرتے سینے پہ ہاتھ رکھ کر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں!

1- بخاری کی مذکورہ بالا در بارۂ ترک اور عدم رفع یدین کی وہابیوں میں کوئی حیثیت نہیں، وہ ان کے تارک ہیں۔

2- بخاری میں ہے کہ ابولہب سے میلاد النبی ﷺ پر اپنی لونڈی آزاد کرنے کی وجہ سے پیر کے دن عذاب موقوف کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری ۲/۷۶۴)

لیکن وہابی اس روایت کو ہرگز نہیں مانتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں۔

3- بخاری ۱/۱۶، ۱/۴۳۹ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کی عنایات کو تقسیم کرتے

ہیں اور آپ اللہ کے خازن، (خزانچی یعنی اللہ کے خزانے آپ کے پاس) ہیں۔

4- بخاری ۱/۳۹ پر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے، لیکن وہابی حضرات نہ اس پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی یہ بتاتے ہیں کہ آپ نے اپنا عمل کس تاریخ کو تبدیل کیا تھا۔

5- بخاری ۱/۴۴ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے حیض کے دنوں میں مباشرت فرماتے اور حالت اعتکاف میں مسجد سے سر نکالتے تو حضرت عائشہ اسی حالت میں آپ کا سر انور دھوتی۔

لیکن وہابی حالت اعتکاف میں ایسا نہیں کرتے اور اس کے ترک کی تاریخ بھی نہیں بتاتے ہیں۔

6- بخاری ۱/۸۰ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء کے بعد گفتگو کو مکروہ جانتے تھے، جب کہ وہابی حضرات عشاء کے بعد نہ صرف گفتگو کرتے ہیں بلکہ جلسے بھی کرتے ہیں، بتائیں وہ عمل کیسے منسوخ ہو گیا؟

7- بخاری ۱/۵۶ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میت کی طرح آپ کے سامنے لیٹی ہوتیں۔

بتائیے! آپ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے، یہ کس تاریخ کو منسوخ ہوا؟

8- بخاری ۱/۵۶ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ جوتوں سمیت نماز پڑھتے تھے۔

بتائیے! آپ کیوں نہیں پڑھتے، اس سنت کو کیوں چھوڑ دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے، یہ کب منسوخ ہوئی تھی؟

9- بخاری ۱/۴۷ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نواسی کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔

کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی نواسیوں کو اٹھا کر نماز پڑھنے والی سنت سے محروم ہیں، اس کے منسوخ ہونے کا سن، ماہ، دن اور وقت کون سا ہے؟

10- بخاری ۱/۲۵۸ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں اپنی زوجہ سے مباشرت بھی کرتے اور بوسہ بھی لیتے تھے۔

کتنے وہابی ہیں جو اس سنت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں، یا بتائیں کہ یہ سنت کیوں متروک ہے؟

امام بخاری کا فیصلہ:

آپ نے تفصیل کے ساتھ جان لیا کہ ہمیں طعنہ دینے والے وہابی خود بخاری کے کس قدر ''محبّ'' ہیں، دوسروں کو بخاری کی دعوت دیتے ہیں اور خود بخاری کی مخالفت کرتے ہیں، ان صحیح احادیث پر وہابیوں کا عمل نہیں ہے، آیئے! اس پر امام بخاری کا فیصلہ جس کا ترجمہ وہابی مترجم زبیر علی زئی نے کیا ہے ملاحظہ کریں!

✪ یہ کہتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ سے کوئی (ایسی) چیز ثابت ہو جائے جسے ہمارے (منکرین حدیث) بڑوں نے نہیں کیا تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا، وہ لوگ حدیث کو صرف اپنی رائے کی علت (وتائید) کیلئے ہی لیتے ہیں۔

اور وکیع نے فرمایا: جو آدمی حدیث کو اسی طرح طلب کرے جس طرح کہ وہ (اس تک) پہنچی ہے تو یہ شخص سنی ہے اور جو شخص اپنی خواہشات کی تقویت کیلئے حدیث طلب کرتا اور پڑھتا ہے، تو ایسا شخص بدعتی ہے یعنی انسان کو نبی ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں اپنی رائے کو پھینک دینا چاہئے، جبکہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور حدیث کو غلط علتوں (اور ہتھکنڈوں) سے رد نہیں کرنا چاہئے۔ (جزء رفع الیدین صفحہ ۶۹)

ہم نے دس مثالیں احادیث صحیحہ کی پیش کی ہیں اور اس میں عدم رفع یدین کی احادیث بھی ہیں، لہٰذا وہابی حضرات بدعتی ہونے سے تب بچ سکتے ہیں جب وہ ان روایات کو قبول کریں، ورنہ انہیں بدعتی ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

بخاری کا مخالف کون؟

آپ عوام الناس کو بہکانے کیلئے اہلسنت کو بخاری کے مخالف اور خود کو بخاری کے موافق گردانتے ہیں، اگرچہ آپ کے مذہب کے مطابق خود بخاری کا وجود ہی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا، لہٰذا وہ بدعت ٹھہری، کیا قرآن وحدیث سے ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بخاری، مسلم کی روایات کے متعلق کچھ کہنے اور تحقیق کرنے کی اجازت نہیں اس میں جو کچھ مرقوم ہے بس آنکھوں پر پٹی باندھ کر مانتے جاؤ۔

ہمیں چھوڑیں آیئے! ہم آپ کو آپ کے گھر کی سیر کرا دیں، تاکہ آپ جان لیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ جنہوں نے بخاری کی توہین اور مخالفت بھی کی ہے۔

1- بشیر الرحمٰن مستحسن نے کہا: ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں۔

(آتش کدۂ ایران صفحہ ۱۰۹)

2- حکیم فیض عالم نے کہا ہے کہ امام بخاری نے بخاری میں ایسی روایات بھی درج کر دی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جاتی ہیں۔

(صدیقۂ کائنات صفحہ ۱۱۳)

3- ایک مقام پر لکھا ہے: امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری کی دھری رہ گئی۔ (ایضاً)

مزید لکھا: بخاری کی نو سال والی روایت ایک موضوع قول ہے۔ (ایضاً صفحہ ۸۸)

گویا امام بخاری نے بخاری میں موضوع روایات بھی لکھ دی ہیں اور توہین آمیز باتیں بھی درج کر دی ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی توہین ہو سکتی ہے؟

4- نواب وحید الزماں نے بخاری کے ایک راوی مروان بن الحکم کو کمبخت اور شریر النفس کہا۔ (لغات الحدیث کتاب م صفحہ ۲/۲۱۳)

اورایک جگہ بخاری پرشکوہ کیا کہ انہوں نے خارجیوں کی روایتیں لے لیں اور امام جعفر صادق کی روایات کو کتاب میں درج نہیں کیا۔

(لغات الحدیث ۱/۶۱ کتاب ج ایضاً ۴/۳۹ کتاب ص)

❁ وہابیوں نے بخاری پر بہتان گھڑنے سے بھی عار محسوس نہیں کی۔ مثلاً:

1- ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری ومسلم اوران کی شروحات میں بکثرت ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۴۴۳)

بخاری ومسلم میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک روایت بھی نہیں۔

2- حبیب الرحمٰن یزدانی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھا ہے: "المسح علی الجور بیع"۔ جرابوں پرمسح کرنا۔ (خطبات یزدانی ۱/۲۴۴)

یہ سراسر جھوٹ ہے بخاری میں ایسا کوئی باب نہیں ہے۔

3- صادق سیالکوٹی کہتا ہے غائبانہ جنازہ بھی جائز ہے، آگے لکھا ہے۔

(صلوٰۃ الرسول صفحہ ۴۴۱)

سراسر اختراع ہے، بخاری میں غائبانہ جنازہ کے کوئی لفظ نہیں ہیں۔

4- فتاویٰ علمائے حدیث ۳/۲۰۶ پر ہے کہ بخاری شریف میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا آیا ہے۔ جھوٹ ہے۔

5- ابوالبرکات احمد نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں آنحضرت کی حدیث ہے کہ تین رکعت کے ساتھ وتر نہ پڑھو، مغرب کے ساتھ مشابہت ہوگی۔ (فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۴۲)

یہ بخاری میں نہیں، جھوٹ ہے۔

❁ ایسے ہی محمد گوندلوی نے التحقیق الراسخ صفحہ ۶۹ صادق سیالکوٹی نے سبیل الرسول اور صلوٰۃ الرسول پر متعدد حوالہ جات اور اسماعیل سلفی نے رسول اکرم کی نماز صفحہ ۳۶ پر بخاری ومسلم کے جھوٹے حوالے دے کر ان کی توہین وتنقیص کرکے اپنی حقیقت بتادی ہے۔

اب بتایئے! بخاری ومسلم کا منکر کون؟ بدعتی کون؟ اور مسلمانوں کے راستے سے ہٹنے والا کون ہے؟

ع بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

اگر ہم بخاری شریف کی کسی روایت پر عمل نہیں کرتے تو اس پر دلائل دیتے ہیں جب کہ آپ تو اپنے مذہب کا خون ناحق کرتے ہوئے ایسا ردِ عمل اپناتے ہیں۔

ہم نے اپنے کتابچہ میں بخاری شریف کی روایات کو مضطرب اور متعارض ومتضاد ثابت کیا ہے، ہمت ہے تو اس اضطراب، تعارض اور تضاد کو دور کرکے دکھائیں!

وہابیوں کا ایک حیرت انگیز متفقہ فتویٰ:

اختتامی لمحات میں ہم آپ کے اکابر کا ایک عجیب وغریب اور حیرت انگیز متفقہ فتویٰ پیش کرکے دعوت فکر دینا چاہتے ہیں۔ فتویٰ ملاحظہ ہو!

"نماز جمعہ بغیر خطبہ کے ہو جاتی ہے اور خطبہ داخل نماز جمعہ نہیں ہے اس لیے کہ خطبہ سنت مؤکدہ اور شعائر اسلام سے ہے نہ واجب ہے نہ شرط مگر بغیر خطبہ کے نماز جمعہ نہ آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین وغیرہ سے منقول بلکہ خطبہ پر مواظبت ومداومت آں حضرت ﷺ وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے پائی گئی ہے۔ پس ترک کرنا اس کا ہرگز نہیں چاہئے اگرچہ اس کے ترک سے جمعہ میں کچھ خلل شرعی نہیں واقع ہوتا ہے"۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱/۶۱۶ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ۴/۱۵۷)

آپ اس فتویٰ کی روشنی میں بتائیں کہ جب خطبہ جمعہ سنت مؤکدہ اور شعائر اسلام سے بھی ہو، رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے اس پر مواظبت ومداومت اور ہمیشگی بھی فرمائی ہو، بغیر خطبہ کے ایک نماز جمعہ بھی ثابت نہ ہو، لیکن باوجود اس کے آپ کے اکابر کے نزدیک اسے چھوڑ دینے سے نماز جمعہ میں کوئی خلل،

رکاوٹ اور کمی نہ آتی ہو تو اگر رفع یدین بھی سنت مؤکدہ اور ہمیشہ کا عمل ہو تو اسے چھوڑنے والے کی نماز کس طرح باطل ہے، اس کی نماز کیوں نہیں ہوتی؟ وجۂ فرق بتائیں!...... یا ایسی کوئی روایت (سابقہ شرائط کے ساتھ) پیش کریں جس سے واضح ہو کہ رفع یدین نہ کرنے والے کی نماز باطل ہے،

یا کم از کم اتنا ہی ثابت کر دو کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز رفع یدین کے ساتھ پڑھی تھی۔

جب ایسی روایت نہیں تو ہمارا مؤقف ابھی تک اسی طرح قائم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ رفع یدین نہیں کیا، کہ آپ نے آخری نماز بھی اس کے ساتھ ہی پڑھی ہو۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ہمارے حنفی اولیائے کرام جن میں سیدنا علی ہجویری داتا گنج بخش، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت مجدد الف ثانی اور دیگر بڑے بڑے نامور بزرگ آتے ہیں، وہ سنّت پر عمل کرنے سے محروم رہے ہیں، اور ان کی نمازیں سنت کے مخالف تھیں۔ معاذ اللہ۔ جواب دیں!......اور جواب دیتے ہوئے اپنے وہابی اصول پیش نظر رہیں۔ ورنہ حال یہ ہوگا کہ

کہہ رہی تھی آج وہ آنکھ شرمائی ہوئی
کیسی اس بھری بزم میں رسوائی ہوئی

المنتظر:

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

۱۰ اگست ۲۰۰۵ء

--------✿--------

کیا رسول اللہ ﷺ نے وصال تک رفع یدین کیا ہے؟

سوال: ہمارے علاقے میں ایک غیر مقلد مولوی (شمشاد سلفی آف نارنگ منڈی) نے دوران تقریر اِس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ حنفی لوگ رفع یدین نہیں کرتے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع یدین کیا ہے اِس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح ہے تو پھر ہمارا اِس پر عمل کیوں نہیں ہے؟ بینوا توجروا۔ السائل: غلام رسول کوٹ شیرا (نیا) گوجرانوالہ

الجواب بعون الملك العزيز الوهاب:

غیر مقلد مولوی کا مذکورہ بیان بالکل غلط اور سو فیصد جھوٹ ہے ذخیرہ کتب حدیث میں ایسی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے جس میں مذکور ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اختلافی رفع یدین آخر وقت تک کیا۔ سادہ لوح عوام الناس کو بہکانے کیلئے یہ لوگ جو روایت پیش کرتے ہیں، امام بیہقی نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ پیش کیا ہے:

عن ابی عبد اللّٰه الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمن بن قریش بن خزیمة الهروی عن عبد اللّٰه بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبد اللّٰه حمدان الرقی ثنا عصمة بن محمد الانصاری ثنا موسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللّٰه ﷺ کان اذا افتتح الصلٰوة رفع یدیه و اذا رکع و اذا رفع راسه من الرکوع و کان لا یفعل ذالك فی السجود فمازالت

تلك صلوته حتى لقى الله تعالى۔ (مختصر الخلافیات صفحہ ۷۶)

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدوں میں نہیں کرتے تھے، پس آپ کی ہمیشہ یہی نماز رہی کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کی۔

واضح رہے اِس روایت کے راویوں پر شدید جرح موجود ہے۔ اکابر محدثین کے علاوہ خود وہابیوں کے محققین نے اِسے زبردست کمزور، موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- اِس روایت کے پہلے راوی اِمام بیہقی ہیں جو امام شافعی کے نہ صرف مقلد تھے بلکہ اِمام شافعی کی تقلید نہ کرنے والوں کو بُرا سمجھتے تھے۔ (طبقات الشافعیہ)

جبکہ وہابیوں کے نزدیک تقلید کرنا شرک ہے۔ لہٰذا وہ (بزعم خود) اِس مشرک کی بیان کردہ روایت کو کس طرح قبول کرتے ہیں؟

2- دوسرے راوی ابوعبداللہ الحافظ یعنی اِمام حاکم ہیں۔ اِن کے تساہل ہونے میں غیر مقلدین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی ناقابل انکار ہے کہ حاکم شیعہ تھے۔

❁ تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۱۰۴۵ پر اُنہیں ''رافضی خبیث'' لکھا ہے۔

❁ نواب صدیق حسن بھوپالوی غیر مقلد نے اُنہیں غالی شیعہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ واین دلیل است برآنکہ شیعی غالی بود (ہدایۃ السائل صفحہ ۵۲۵ مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۲ھ)

❁ فیض عالم وہابی نے لکھا ہے: تمام خرافات کا جامع حاکم ہے۔ جس کے متعلق میں اپنی متعدد تالیفات میں بدلائل وشواہد واضح کر چکا ہوں کہ وہ غالی رافضی تھا۔

(صدیقہ کائنات صفحہ ۲۲۱)

لہٰذا وہابی حضرات اِس شیعہ کی روایت کو کیوں قبول کرتے ہیں؟ جبکہ وہ ہے بھی اُس کے مذہب کی تائید میں۔

اور یہ قانون ہے کہ اگر کوئی ایسا راوی اپنے مذہب کے مطابق روایت بیان کرے تو وہ معتبر نہیں ہوگی۔ (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۸۹،۸۸ مفہوماً)

❁ اور اِمام مالک وغیرہ کے نزدیک بدمذہب کی روایت مطلقاً مردود ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۸۸)

❁ حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الا ان يروى شيئاً يقوى به بدعته فهو مردود قطعاً۔

یعنی اگر وہ ایسی چیز بیان کرے جس سے اُس کے مؤقف کو تقویت پہنچے تو بالکل مردود ہے۔ (مقدمہ مشکوٰۃ صفحہ ۵)

چنانچہ یہ روایت بھی شیعہ کے مذہب کی تائید کرتی ہے لہٰذا مردود ہے۔

3- تیسرے راوی جعفر بن نصر ہیں۔ اِمام حاکم نے ان سے ''عن'' کے ساتھ روایت کی ہے۔ جبکہ اِس راوی کا عادل ہونا صاحب حافظہ ہونا اور ان کی حاکم سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا غیر معروف راوی کی روایت کس کام!

4- چوتھے نمبر پر عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ الہروی ہے۔ یہ زبردست مجروح ہے۔ اسے موضوع احادیث بیان کرنے والا بھی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو! حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اتهمه السليماني بوضع الحديث۔

''سلیمانی نے اِسے حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے''۔

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵۸۲ ترجمہ نمبر ۴۹۴۱)

نوٹ: یہی بات حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان جلد ۳ صفحہ ۴۲۵ پر نقل کی ہے۔

5- پانچویں نمبر پر عبداللہ بن احمد الدجی ہے اس کے عدل اور ضبط کے متعلق کتب

اسماء الرجال خاموش ہیں۔

6- چھٹے نمبر پر حسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ہے اِس کے عادل اور ضابط ہونے کے متعلق بھی کتب اسماء الرجال ساکت ہیں۔

7- ساتویں نمبر پر عصمہ بن محمد انصاری ہے یہ کذاب اور وضاع ہے امام ذہبی لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم لیس بالقوی و قال یحیٰ کذاب یضع الحدیث و قال العقیلی یحدث بالبواطیل عن الثقات و قال الدارقطنی متروک و قال ابن عدی عصمة بن محمد بن فضالة بن عبید الانصاری مدنی کل احادیثه غیر محفوظ۔

"عصمہ بن محمد الانصاری کے متعلق اِمام ابو حاتم نے کہا یہ مضبوط نہیں، اِمام یحیٰی بن معین نے کہا کذاب ہے حدیثیں گھڑ لیتا ہے۔ عقیلی نے کہا ثقہ راویوں سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے اور اِمام دارقطنی اور دوسرے محدثین نے اِسے متروک قرار دیا ہے اور اِمام ابن عدی نے کہا ہے کہ اِس کی تمام حدیثیں محفوظ نہیں"۔ (میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۶۸ ترجمہ نمبر ۵۶۳۱)

❁ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

کان کذابا یروی الاحادیث کذبا۔

(تاریخ بغداد جلد 12 صفحہ 286، حاشیہ نصب الرایہ جلد 1 صفحہ 410)

امام یحیٰی بن معین نے کہا یہ کذاب ہے جھوٹی حدیثیں روایت کرتا ہے۔ مزید فرماتے ہیں: من اکذب الناس۔ سب سے بڑا جھوٹا۔ اور فرماتے ہیں۔ هذا کذاب یضع الحدیث (ایضاً) یہ تمام لوگوں سے جھوٹا ہے، حدیثیں گھڑتا ہے۔

❁ امام ابن جوزی نے بھی لکھا ہے:

قال یحیٰ کذاب یضع الحدیث و قال العقیلی یحدث بالبواطیل عن الثقات و قال الدار قطنی متروک۔

"یہ کذاب ہے جھوٹی روایتیں بیان کرتا ہے۔ ثقہ راویوں سے باطل چیزیں بیان کرتا ہے اور متروک ہے"۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین ۲/۱۷۶)

❁ اِمام عقیلی نے بھی یحیٰی بن معین کے حوالے سے اِسے کذاب اور حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔ (کتاب الضعفاء ۳/۳۴۰)

❁ قاضی شوکانی غیر مقلد نے بھی لکھا ہے:

عصمة بن محمد الانصاری کذاب وضاع۔ عصمة بن محمد و هو کذاب۔ (الفوائد المجموعہ صفحہ ۶۷، ۱۸۱)

"عصمہ بن محمد انصاری بہت بڑا جھوٹا اور حدیثیں گھڑنے والا ہے"۔

نوٹ: اِس روایت کے آٹھویں راوی موسیٰ بن عقبہ، نویں راوی حضرت نافع ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام تھے اور دسویں راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، لیکن اِن کی روایتوں میں فما زالت تلك صلٰوته حتٰی لقی اللّٰه تعالٰی۔ (کہ آپ نے صفات تک یہ رفع یدین کیا ہے) کا جملہ نہیں ہے۔ یہ جملہ عصمہ بن محمد انصاری کذاب اور وضاع کا گھڑا ہوا ہے۔

موضوع باطل:

یہی وجہ ہے کہ

❁ مختصر خلافیات للامام بیہقی صفحہ 76 جس کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے اس میں ہے موضوع باطل۔

یہ حدیث موضوع اور باطل ہے۔

علامہ محدث نیموی فرماتے ہیں:

وھو حدیث ضعیف بل موضوع۔ (آثار السنن صفحہ ۲۰۱)

یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

قلت العجب منهم كيف اوردوه في تصانيفهم و سكتوا عنه مع ان بعض رجاله اتهم بوضع الحديث (ایضاً)

"میں کہتا ہوں تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں درج کر کے خاموشی کا اظہار کیسے کرلیا حالانکہ اس کے بعض راویوں پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے"۔

افسوس ہے کہ غیر مقلدین اِس کی حقیقت کو جانتے بوجھتے بھی اِس جعلی، من گھڑت اور موضوع روایت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر دیتے ہیں حالانکہ حدیث متواتر ہے:

من كذب على متعمداً فليتبوا مقعده من النار۔ (بخاری شریف ۱/۲۱)

"جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے"۔

وہابیوں کے پیشوا خالد گرجاکھی جھوٹی حدیث بیان کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی سن لینا چاہئے۔ آپ نے فرمایا ہے: من كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار ۔ کہ "جو شخص میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے وہ جہنمی ہے"۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہ ہو اور کہنے والا کہہ دے کہ یہ حدیث نبوی ہے اور اسے علم بھی ہو کہ یہ حدیث آپ کی طرف صرف منسوب ہے۔ آپ کا فرمان نہیں ہے تو اس کے جہنمی ہونے میں شبہ بھی نہیں ہے۔

(اثبات رفع الیدین صفحہ ۲۳۲،۲۳۶)

اس پیراگراف کی روشنی میں وہابی حضرات اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کرلیں۔ کیونکہ

ع ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی

غیر مقلدین کے فیصلے

اس روایت کے متعلق وہابیوں کے فیصلے ہی ملاحظہ فرمائیں:

نجدی محقق عطاء اللہ حنیف نے لکھا ہے:

و حديث البيهقي ما زالت آه ضعيف جداً۔

"یعنی یہ حدیث زبردست کمزور ہے"۔ (التعلیقات سلفیہ ۱/۱۰۴)

وہابیوں کے محبوب نقاد ناصر الدین البانی نے لکھا ہے:

عصمة بن محمد كل حديثه غير محفوظ و هو منكر الحديث۔

"عصمہ بن محمد کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے"۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ۱/۲۶۵)

مزید لکھا ہے:

هذا اسناد موضوع اتهم به ابن قريش هذا قال الذهبي و اتهمه السليماني بوضع الحديث۔ (ایضاً ۲/۲۲۸)

"اور یہ سند موضوع ہے عبدالرحمٰن ابن قریش حدیثیں گھڑتا تھا۔ ذہبی نے کہا کہ سلیمانی نے اسے متہم بالوضع کہا ہے"۔

غیر مقلدین کے محقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

"اِس روایت میں دو راوی عصمہ بن محمد اور عبدالرحمٰن بن قریش سخت مجروح ہیں"۔ (تسہیل الوصول الی تخریج صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۵)

اور نور العینین صفحہ ۲۳۵ پر اسے موضوع قرار دیا ہے۔

نوٹ: لیکن نہایت افسوس ہے کہ انہوں نے محض اپنے مذہب کو سہارا دینے کیلئے اس

موضوع روایت کی وکالت بھی کر رکھی ہے۔ ملاحظہ ہو! (تسہیل الوصول صفحہ ۲۵۱)

❁ خالد گرجاکھی نے اثبات رفع الیدین صفحہ ۲۳۸ پر بلا سند روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۸۴ پر تسلیم کیا ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے یہ حدیث بلا سند نقل فرمائی ہے۔ معلوم ہوا یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

❁ عبدالرؤف سندھو نے لکھا ہے: اِس حدیث میں فصارت تلك صلوته کا اضافہ سخت ضعیف ہے، بلکہ باطل ہے، کیوں کہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔

(تخریج صلوٰۃ الرسول صفحہ ۴۱۷)

مزید لکھا ہے:

علی کل حال (ہر حال میں) یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن قریش ابن خزیمہ ہے اور یہ متہم بالوضع ہے۔ (تخریج صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۷۳)

❁ ثناء اللہ امرتسری کا ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء موضع جلال پور بیروالا میں مسئلہ رفع یدین پر مناظرہ ہوا۔ جس میں دیوان سید محمد غوث صاحب کو منصف قرار دیا گیا۔ اس کا فیصلہ غیر مقلدین نے حرف بحرف قبول کیا۔ اس میں اس چیز کی تصریح ہے کہ ''جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے بیہقی کی حدیث پیش کی جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آخر دم تک رفع یدین کرتے رہے۔ تو مولوی غلام محمد صاحب نے اس حدیث کے راویوں سے عصمہ بن محمد انصاری کو رجال کے حوالہ سے متروک اور عبدالرحمٰن بن خزیمہ کو ذہبی کے حوالہ سے وضع الحدیث کے ساتھ متہم بتایا میں اس کو تسلیم کرتا ہوں''۔ (سیرت ثنائی صفحہ ۳۵۴)

معلوم ہوا کہ امرتسری صاحب اور وہاں موجود تمام وہابیوں نے اس حدیث کو موضوع تسلیم کرلیا تھا اسی لیے اس کے خلاف کوئی احتجاج نہ کیا۔

مذہبی تعصب کی کرشمہ سازیاں:

ہر چند کہ اپنوں اور بیگانوں کے اعتراف سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب یہ روایت موضوع من گھڑت اور جعلی ہے۔ لیکن مذہبی تعصب کی کرشمہ سازیاں ملاحظہ ہوں کہ ایک طرف اسی جعلی روایت کو حدیث رسول قرار دیا جاتا ہے اور دوسری طرف محض اپنے مذہب کے تحفظ کیلئے ان احادیث کو موضوع قرار دے دیا جاتا ہے۔ جن کے راوی ثقہ اور مضبوط ہیں، کیونکہ ان میں رسول اللہ ﷺ سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صراحۃً ثابت ہے کہ آپ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خلافیات بیہقی میں عبداللہ بن عون خراز، مالک، زہری، سالم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔

''بیشک نبی پاک ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے''۔

(نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۴، موضوعات کبیر مترجم صفحہ ۵۹۴ الاسرار المرفوعہ صفحہ ۳۵۶)

اس کے جواب میں مولوی خالد گرجاکھی نے لکھا ہے۔ اِسے مندرجہ ذیل ائمہ نے موضوع کہا ہے۔

1- ابن حجر فرماتے ہیں: ھو مقلوب موضوع۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۸۳)

2- قال البیھقی قال الحاکم ھٰذا باطل موضوع کہ یہ باطل موضوع بلا سند ہے۔ (بیہقی)۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ ۸، ۲۳)

حاکم اور ابن حجر کا اسے موضوع قرار دینا بالکل بے دلیل ہے، چونکہ یہ روایت وہابیوں کے مذہب کے خلاف تھی اس لئے اُنہوں نے اس صحیح حدیث کو تعصب اور جانبداری کی بھینٹ چڑھا دیا۔ جبکہ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے پہلا راوی عبداللہ

بن عون الخراز زبردست ثقہ ہے اور امام مالک کا شاگرد رشید ہے۔ ملاحظہ ہو!

(تہذیب التہذیب ۵/۳۴۹، تقریب التہذیب صفحہ۱۸۶)

اور باقی راوی مالک، زہری سالم اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بخاری جلد اول صفحہ۱۰۲ پر اسی ترتیب سے موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ملا علی قاری نے اس روایت کو صحیح قرار دیا۔

(موضوعات کبیر مترجم صفحہ۵۹۴)۔(الاسرار المرفوعہ صفحہ۳۵۶)

وہابی حضرات تقلید کی مخالفت کے باوجود محض اپنے مذہب کو بچانے کیلئے محدثین کے ان بے دلیل اقوال کو ماننے پر مجبور ہیں۔ لیکن دین میں کسی کی بے بنیاد رائے کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمادیا تھا۔

لولا الاسناد لقال من شآء ماشآء۔ (مسلم ۱/۱۱، ترمذی ۲/۲۳۶)

''اگر سندیں نہ ہوتیں تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا''۔

لہٰذا ان بے سند اور غیر معتمد اقوال پر کم از کم خود کو اہلحدیث کہلانے والوں کو تو اپنا دل نہیں بہلانے چاہئیں کیونکہ ان کے (بقول ان کے) نزدیک دلیل صرف قرآن و حدیث ہے۔

۞ آیئے ہم ایک اور صریح روایت پیش کردیتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح مرفوعاً مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع ايدينا فى بدء الصلوٰة و فى داخل الصلوٰة عند الركوع فلما هاجر النبى ﷺ الى المدينة ترك رفع اليدين فى داخل الصلوٰة عند الركوع و ثبت على رفع اليدين فى بدء الصلوٰة: توفّى۔

''ہم مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز کے شروع میں اور رکوع کے وقت

رفع یدین کرتے تھے، اور جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ نے رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا اور شروع والا رفع یدین ثابت رکھا، آپ کا وصال ہوگیا''۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین صفحہ 214 للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن حارث الخشنی القیروانی متوفی ۳۶۱ھ)

یہ روایت اپنے مورد پر صریح ہے۔ اب دیکھیں وہابی حضرات اپنے مذہب کو بچانے کی خاطر اس روایت کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

نوٹ: اس روایت پر زبیر علی زئی کے اعتراضات کا محاسبہ خود وہابی اصولوں سے ہی ہم نے اس کتاب میں شامل کردیا ہے۔ والحمد لله على ذٰلك۔

۞ اسی طرح امام ابوبکر بن ابوشیبہ بیان کرتے ہیں:

حدثنا ابوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال ما رأيت ابن عمر يرفع يديه الافى اول ما يفتتح۔

''ابوبکر بن عیاش، حصین سے اور وہ مجاہد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۶، واللفظ لہ، طحاوی ۱/۱۶۳، نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ۴)

صحیح روایت چونکہ وہابیوں کے مذہب کے خلاف تھی۔ اس لئے اُنہوں نے لکھ دیا:

''اس کی سند میں ابوبکر بن عیاش ہے جس کے متعلق محدثین نے جرح کی ہے''۔ (الرسائل فی تحقیق المسائل صفحہ۵۲۴)

حالانکہ یہ راوی صحیح بخاری میں بیسیوں مقامات پر موجود ہے۔

اب بتایئے!...... اگر امام بخاری ابوبکر بن عیاش سے روایت لیں تو کوئی حرج نہیں اس وقت یہ زبردست ثقہ ہوجاتا ہے اور جب ہماری دلیل میں آئے تو مجروح اور ناقابل استدلال قرار پاتا ہے گویا۔

۔ تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہء سیاہ میں تھی

وہابیوں کی تحقیق میں یہی عنصر کارفرما ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

جبکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے۔

۱- اِس کے پہلے راوی ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں جو بخاری و مسلم کے مرکزی راوی اور اُستاد ہیں۔ بخاری و مسلم میں جگہ جگہ ان کی روایات موجود ہیں۔

۲- دوسرے راوی ابوبکر بن عیاش ہیں جن کی متعدد روایات بخاری میں موجود ہیں۔ مثلاً (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۸۶، ۲۳۲، ۲۶۰، ۲۶۳، جلد ۲ صفحہ ۱۰۵۲، ۱۱۸ وغیرہ)

۳- تیسرے راوی حصین ہیں۔ ان کی روایات بخاری صفحہ ۷۲۵ و دیگر صفحات پر موجود ہیں۔ جبکہ بخاری جلد دوم صفحہ ۷۲۵ پر تو یہ تصریح موجود ہے:

حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین۔

۴- چوتھے راوی حضرت مجاہد ہیں یہ جلیل القدر تابعی، زبردست ثقہ اور رواۃ بخاری میں سے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۰۴، ۷۲۴ وغیرہ۔

واضح رہے تفسیر میں جگہ جگہ امام بخاری مجاہد کا ذکر کرتے ہیں۔

متعدد محدثین نے اس روایت کی ثقاہت اور تصحیح بھی کی ہے مثلاً

علامہ عینی لکھتے ہیں: اسناد صحیح۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

علامہ ماردینی لکھتے ہیں: ھٰذا سند صحیح۔ (الجوہر النقی بر سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۷۴)

علامہ نیموی لکھتے ہیں: سندہ صحیح۔ (آثار السنن صفحہ ۲۱۳، ۲۱۲)

دیگر روایات بھی اِس کی تائید کرتی ہیں مثلاً:

1- امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد عبدالعزیز بن حکیم سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ آپ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ (موطا امام محمد صفحہ ۹۳)

2- امام بیہقی نے عطیہ عوفی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ (نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۶)

نوٹ: بعض الناس ان دو روایتوں کو ضعیف قرار دینے پر سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے خود ہی تسلیم کیا ہے کہ صحیح کی تائید میں ضعیف کو پیش کر سکتے ہیں۔
(تعاقب از زبیر علی زئی)

ایسے لوگوں پر افسوس ہے کہ وہ اپنا مذہب بچانے کی خاطر موضوع روایات کی وکالت کرتے نہیں شرماتے اور طعن پھر بھی اہلسنت کو دیتے ہیں۔

ع شرم ان کو مگر نہیں آتی

ابوبکر بن عیاش کے متعلق زبیر علی زئی کی قلابازیاں:

چونکہ ابوبکر بن عیاش کی صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کی یہ روایت ڈنکے کی چوٹ پر صحیح تھی، لیکن وہابیوں کے مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی، اب چونکہ انہوں نے حق کو نہ ماننے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اس لیے اس روایت کو تسلیم کرنے کے بجائے انہوں نے دن کو رات ثابت کیلئے ''ابوبکر عیاش'' پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن مشکل پر یہ بنی کہ ادھر یہ راوی بخاری و مسلم کا مرکزی راوی ہے، اور وہابیوں کے متعدد فتاوٰی موجود تھے کہ صحیحین کے راویوں پر جرح کرنے والے بدعتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو! نور العینین صفحہ ۳۰ فتاوٰی ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷)

اب یہ چیز ان کیلئے گلے میں پھنسے ہوئے کانٹے کی طرح ہوگئی جسے نہ نگلتے بنے نہ اگلتے کہ اگر راوی کو درست مان لیں تو مذہب گیا اور اگر راوی پر جرح کریں تو بدعتی قرار پائیں۔ اب وہ سوائے قلابازیوں کے اور کیا کر سکتے تھے۔ یہی حال وہابیوں کے ذہبیٔ زماں، محدث کبیر، زبیر علی زئی کا ہوا۔ انہوں نے

۱- نور العینین صفحہ ۸۳، ۱۵۶، ۱۵۷ پر شدید جرح کی ہے، اور انہیں ضعیف، کثیر الغلط

اور سئی الحفظ قرار دیا۔

۲- القول المتین فی الجہر بالتأمین صفحہ ۳۰ پر لکھا: ابوبکر بن عیاش حافظے کی وجہ سے عند الجمہور ضعیف اور کثیر الغلط تھے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب ''نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین جدید'' میں نا قابل تردید دلائل سے واضح کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو! صفحہ ۱۸۱، ۱۸۷ و صفحہ ۱۶۲، ۱۶۵

یہ بھی سراسر تضاد گوئی اور لاشعوری ہے، کیونکہ نور العینین میں حضرت ابوبکر بن عیاش کی ثقاہت کو بیان کیا ہے، اور اپنے ''نا قابلِ تردید دلائل'' کو خود ہی باطل و مردود ثابت کر دیا۔ یہ حضرت ابوبکر بن عیاش کی کرامت اور وہابی ''محدّث'' کی سراسر مصنوعیت کا ثبوت ہے۔

3- اس کتاب کے (نور العینین قدیم) صفحہ ۴۳ پر بھی جرح کی گئی ہے۔

4- ماہنامہ الحدیث نمبر ۲۸ صفحہ ۵۴ پر لکھا: راقم الحروف کی تحقیق جدید میں ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں لہٰذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں! کہ حق وصداقت نے بالآخر اپنا وجود منوا لیا ہے۔ اگر پہلے ہی درست جانب نکل پڑتے اور اہلِ سُنّت کی بات کو تسلیم کر لیتے تو مذہب کی خاطر اتنے پاپڑ نہ بیلنے پڑتے۔ اگر ایسا کرتے تو خیر سے وہابی کیونکر کہلاتے۔

اِس روایت کو وہابیوں نے کہاں کہاں ذکر کیا ہے؟

اِس مذکورہ روایت کو وہابی حضرات موقع کی مناسبت سے وہاں پیش کرتے ہیں جہاں اُن کا داؤ وفریب اور دجل وفراڈ چل سکے۔ جب گرفت ہو تو اِنکار بھی کر دیتے ہیں۔ مثلاً: علامہ محدث نیموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے آثار السنن صفحہ ۲۰۱ پر اس روایت کو موضوع کہا تو عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد نے ابکار المنن میں لکھ دیا کہ، ہمارا اصل

استدلال اس حدیث پر مبنی نہیں۔ ایسے ہی زبیر علی زئی نے تأثر دیا ہے۔

(نور العینین صفحہ 235)

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا موضوع حدیث کسی درجہ میں بھی قابل قبول ہے۔ جبکہ بات صرف نقل کرنے کی ہی نہیں بلکہ وہابی مصنفین نے تو اپنی تصانیف میں اس روایت کو پورے وثوق سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

1- بدیع الدین المعروف پیر آف جھنڈا غیر مقلد نے اس روایت کو قابل عمل بتایا ہے۔ (جلاء العینین صفحہ ۱۲۸)

2- عطاء اللہ حنیف نے تعلیقات سلفیہ صفحہ ۱۰۴ پر اسے ضعیف جدا کہہ کر بھی صفحہ ۱۰۳ پر اسے بلا جرح پیش کیا ہے۔

3- رحمت اللہ ربانی نے مسئلہ رفع الیدین صفحہ ۱۱۲، ۱۱۱ پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ معاذ اللہ! زبیر علی زئی نے اس کتاب کو سراہا ہے۔ (نور العینین صفحہ ۵۶)

4- نور حسین مستری گرجاکھی نے قرۃ العینین صفحہ ۸ پر پیش کیا ہے:

5- خالد گرجاکھی نے اثبات رفع الیدین صفحہ ۸۳ پر اس موضوع روایت کو ثابت کرنے کیلئے کئی پاپڑ بیلے ہیں۔ اور جزء رفع الیدین مترجم طبع چہارم صفحہ ۱۷ پر یہ جھوٹ بھی بولا کہ صاحب آثار السنن نے بھی اس حدیث پر تعاقب نہیں کیا گویا اسے درست تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ اُنہوں نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور حاشیہ میں دلائل کے ساتھ اس کا موضوع ہونا ثابت کیا ہے۔ (آثار السنن صفحہ ۲۰۱)

6- صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۳۲ پر اسے بڑے اعتماد سے نقل کیا۔

7- قاضی شوکانی نے نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۹۹ پر اس سے استدلال کیا ہے۔

۞ محمد علی جانباز نے صلوٰۃ المصطفیٰ صفحہ ۲۱۸ پر نقل کیا۔

8- محمد اسماعیل سلفی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز صفحہ ۱۱۱ پر بڑے اطمینان سے درج

کیا ہے۔

9- حافظ محمد گوندلوی نے مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر صفحہ 55، 56 پر نقل کیا۔

10- عبداللہ روپڑی نے رفع یدین اور آمین صفحہ 54 پر درج کیا۔

11- زبیر علی زئی نے تسہیل الوصول صفحہ 250، 251 پر اس کی پوری حمایت کی ہے۔

12- محمد خالد سیف نے نماز مصطفیٰ ﷺ ۱۰۰ پر

13- محمد رئیس ندوی نے رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز صفحہ 507، 508 پر لکھا اور پورا پورا دفاع کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ یاد رہے کہ اس کتاب کے ''طابع'' ہونے کا ''شرف'' محمد داؤد ارشد نے حاصل کر کے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔

14- اکرم نسیم ججہ نے ''نماز کے تین اہم اختلافی مسائل'' صفحہ 69 پر اسے نہایت ڈھٹائی کے ساتھ نقل کر کے صحیح ثابت کرنے کی شرمناک کوشش کی ہے۔

اَب خود ہی سوچیۓ! کہ اہل سنت سے بات بات پر بخاری، مسلم کی صحیح، صریح اور مرفوع روایت کا مطالبہ کرنے والے اپنے معیار سے کس قدر گر چکے ہیں۔

چونکہ غیر مقلدین کے پاس اپنے دعویٰ کہ ''رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع یدین کیا ہے'' پر کوئی بھی صحیح، صریح اور مرفوع روایت نہیں ہے اس لئے انہوں نے اپنے مذہب کی ڈوبتی کشتی کو تنکے کے سہارے بچانے کی سعی نامشکور کرتے ہوئے من گھڑت روایتوں کو پیش کرنا شروع کر دیا۔ جس کی حقیقت آپ جان چکے ہیں۔

وہابیوں کا دعویٰ اور اُس پر کھلا چیلنج

آخر میں ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہابی حضرات کا مسئلہ رفع یدین پر اصل دعویٰ کیا ہے۔

1- غیر مقلدین کی اس مسئلہ پر معتبر ترین کتاب الرسائل فی تحقیق المسائل صفحہ ۲۳۸ پر ہے۔ رفع الیدین سنت نبویہ ہے۔ آپ نے ہمیشہ رفع الیدین کی حتیٰ کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

2- مسائل نماز پر وہابیوں کی مرکزی کتاب صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۳۲ پر ہے:
رسول اللہ ﷺ وفات تک رفع الیدین کرتے رہے۔ (آگے یہی موضوع روایت لکھی ہے)

❁ اکرم نسیم ججہ نے لکھا:
''رفع یدین کی سنت قطعاً منسوخ نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کی آخری نماز تک اس سنت مطہرہ پر عمل کرتے رہے''۔ (اختلافی مسائل صفحہ ۷۰)

❁ زبیر علی زئی نے لکھا:
''رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت''۔ (نور العینین صفحہ ۲۳۷)

❁ خالد گرجاکھی نے لکھا: ''ہم تو بخوشی یہ بھی ثابت کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کی آخری نماز تک آپ نے رفع الیدین کیا ہے۔ (جزء رفع الیدین صفحہ ۱۵)

خالد گرجاکھی کے جھوٹ:

خالد گرجاکھی نے مارے خوشی کے، عقل وحواس پر غلبہ کی وجہ سے کئی جھوٹ بول دیئے ہیں:

1- پہلا جھوٹ یہ بولا کہ ''علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ میں ان ان لوگوں کے رد میں فرماتے ہیں''۔ (اثبات رفع الیدین صفحہ ۸۳)

حالانکہ یہ علامہ زیلعی کا فرمان نہیں بلکہ ابن دقیق العید کی بات ہے، جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ ۸۸ پر خالد صاحب نے خود بھی مان لیا ہے۔ باقی علامہ زیلعی نے سند بیان کر کے ہر آدمی کو تحقیق کی دعوت دے دی ہے، کوئی جان بوجھ کر اندھا بنے تو اس

کی مرضی۔

2- دوسرا جھوٹ یہ بولا کہ ''میرا خیال یہی ہے کہ یہ حدیث سنن کبریٰ کی ہے۔

(صفحہ ۸۴)

اس کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے خالد کا خیال غلط ہے، محض خیال سے حوالے نہیں بن جاتے، یا ممکن ہے کہ خالد صاحب تحریف کا ارادہ فرما چکے ہوں۔

3- مزید کہا کہ ''دونوں ہی حدیثیں سنن کبریٰ کی ہوں جنہیں حنفی ناشرین نے نکال دیا ہو''۔ (صفحہ ۸۴)

یہ کام وہابیوں کو مبارک ہو، احناف نے ایسا نہیں کیا، تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''مطالعۂ وہابیت'' دیکھیں۔

4- مزید کہا کہ جن دو راویوں پر احناف نے اعتراض کیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے، عصمہ بن محمد کو کذاب کہا ہے حالانکہ جس عصمہ کو کذاب کہہ رہے ہیں وہ دوسرا ہے......اس حدیث کے راوی عصمہ بن محمد سرخسی ہیں جو امام ثقہ ہیں۔

(صفحہ ۸۹)

یہ ڈبل جھوٹ ہے، ان دونوں راویوں پر خود وہابیوں اور معتبر اکابرین کی جرح بھی گذر چکی ہے، اور اس روایت کا راوی عصمہ بن محمد سرخسی نہیں بلکہ عصمہ بن محمد انصاری مدنی ہے، اور اسے کذاب اور وضاع خود وہابیوں نے بھی قرار دیا۔ خالد گرجاکھی اور دیگر وہابیوں کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنانا ہے، کیونکہ موضوع روایت کو رسول اللہ کی طرف منسوب کرنے کی شریعت میں یہی سزا ہے۔ خالد گرجاکھی نے یہ جھوٹ جزء رفع الیدین صفحہ ۱۶ تا ۲۰ پر بھی بولے ہیں۔

نوٹ: عبداللہ روپڑی، اکرم نسیم جہ اور دیگر وہابیوں نے بھی ان راویوں کے حوالے سے یہ دھوکہ وفریب دینے کی کوشش کی ہے۔

نور حسین گرجاکھی کا کمال:

وہابیوں کے پیشوائے گرجاکھ خالد گرجاکھی کے والد نور حسین گرجاکھی نے تو کمال ہی کر دیا۔ قرۃ العینین صفحہ ۸ پر عنوان قائم کیا۔ ''رسول خدا ﷺ کا وفات تک رفع یدین کرنا'' آگے یہی جھوٹی اور جعلی روایت نقل کر کے چند کتب کے حوالہ جات درج کئے جن میں خیر سے ایک حوالہ مسند احمد صفحہ ۱۶۶ کا بھی ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ مسند احمد میں یہ روایت ہرگز نہیں ہے خالد گرجاکھی نے صاحب آثار السنن پر جھوٹ بولا، نور حسین چونکہ بڑے میاں تھے اس لئے انہوں نے امام احمد بن حنبل پر بہتان گھڑ لیا۔ معاذ اللہ۔

نور حسین گرجاکھی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث (جس کو چھیالیس آئمہ) نے نقل کیا ہے اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے''۔

(قرۃ العینین صفحہ ۸)

نور حسین گرجاکھی نے مزید یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ امام علی بن المدینی نے کہا ہے کہ یہ حدیث تمام مسلمانوں پر حجت ہے اور بہت صحیح ہے لہٰذا مسلمانوں پر رفع یدین کرنا واجب ہے۔ (قرۃ العینین صفحہ ۹) استغفر اللہ۔

ہمیں انتظار رہے گا کہ خالد گرجاکھی صاحب اپنے والد صاحب کے اس دعویٰ کو ثابت کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کرنے والے لوگوں کے نام، ان کی تصانیف کی فہرست اور ان کا امام ہونا کب پیش کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کریں کہ ان ائمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہو، تاکہ یقین ہو سکے کہ ان کے والد ''بزرگوار'' نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔

نوٹ: خالد گرجاکھی کو ان کی زندگی میں یہ کتاب پہنچا دی گئی تھی لیکن مرتے دم تک وہ اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکے۔ جس سے ہماری بات کی صداقت واضح ہو

جاتی ہے۔

اب تمام وہابی حضرات کو کھلا چیلنج ہے کہ وہ اس روایت کے راویوں کو ثقہ اور صحیح ثابت کریں اور اپنے دعوے پر کوئی ایک صحیح، صریح اور مرفوع روایت پیش کریں۔

ع سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

رفع یدین کی ہیشگی کا مدار حدیث پر نہیں

یہاں ایک لطیفہ بھی ملاحظہ ہو! وہابی حضرات عام طور پر ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ ہمارا مذہب صرف قرآن و حدیث ہے جبکہ ان کے محقق عطاء اللہ حنیف نے اس دعویٰ کی قلعی کھول دی ہے، مسئلہ رفع یدین کے استمرار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مدار استمرار الرفع و دوامه و عدم نسخه ليس على هٰذا الحديث كمازعمه بعضهم بل بالصيغة المشعرة بالمو طبة۔

’’رفع یدین کی ہیشگی، مداوت اور اُس کے منسوخ نہ ہونے کا دارومدار اس حدیث پر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ اس کا مدار صیغہ پر ہے جو ہیشگی کی طرف اشارہ کرتا ہے‘‘۔ (تعلیقات سلفیہ صفحہ۱۰۴)

گویا وہابی محقق نے دوٹوک اعتراف کرلیا ہے کہ مسئلہ رفع الیدین پر وہابی حضرات کے پاس ایک بھی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں اس بات کی صراحت ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ آخر وقت تک رفع یدین کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ کا ثبوت دیا جاتا ہے تو وہ بھی صیغہ اور لفظ کی کھینچا تانی ہے۔

کسی نے سچ کہا تھا:

ع سچی بات نکل جاتی ہے منہ سے مستی میں

اب آپ یقین کرلیں کہ جو وہابی علماء عوام الناس کو بہکانے کیلئے کہہ دیتے ہیں

کہ ہمارے پاس چار سو احادیث ہیں ان کا یہ قول سراسر غلط اور رسول اللہ ﷺ پر بہتان ہے۔ کیونکہ آپ سے ایک روایت بھی ثابت نہیں کہ آپ نے آخر وقت تک رفع یدین کیا ہے۔

زبیر علی زئی کا تعاقب:

ان صاحب نے نور العینین کے نام سے مسئلہ رفع الیدین پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس پر وہابیوں کو اور خود انہیں بھی بڑا فخر ہے، اس پر تحقیقی وتنقیدی تبصرہ تو کسی دوسری فرصت میں ہوگا، سردست ہم صرف اپنے موضوع کے متعلق ہی بات کریں گے۔ وھو ھذا۔

زبیر صاحب نے صفحہ ۲۳۶ تک (بزعم خود) بڑی تگ ودو اور بڑی محنت و تحقیق و جستجو کر کے رفع الیدین کو ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی، لیکن صفحہ ۲۳۷ پر یاد آگیا کہ اتنی ہمت کے باوجود اصل مسئلہ تو اپنی جگہ پر ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ’’رفع الیدین آپ ﷺ کی آخری نماز اور آپ کی وفات تک ثابت ہے‘‘ جبکہ ان روایات سے وہابیوں کا مؤقف پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتا، انہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کر کے صفحہ ۲۳۷ پر عنوان قائم کیا ’’رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت‘‘ اور لگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات کے مختلف راویوں کے متضاد بیانات کو بیان کرنے۔ جس سے انہوں نے اہلِ سُنّت کے اس مؤقف کو مزید پختہ کر دیا کہ وہابیوں کے پاس ان کے مؤقف پر ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع روایت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو!

1- اولاً کہا کہ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع الیدین.....تواتر سے ثابت ہے.....مسئلہ اسنادی دلائل کا محتاج نہیں۔ (صفحہ ۲۳۷)

یہاں انہوں نے تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا، تو پھر تیسری رکعت

والا رفع یدین غیر متواتر ہوا، جسے وہابی متواتر کہہ کر جھوٹ اور رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھتے ہیں، اور یہ بھی واضح رہے کہ متعدد علماء نے سجدوں والے رفع یدین کو بھی متواتر کہا ہے۔ (التعلیق الممجد صفحہ۹۱)

۞ ابن حزم نے ہر اونچ نیچ پر رفع یدین کی احادیث کو متواتر کہا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(دراسات اللبیب صفحہ۱۹۰ علامہ معین سندھی)

لہٰذا اس سے روگردانی کیوں؟ جن علماء نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے ان کی اصل عبارات پیش کریں تا کہ حقیقت کو بے نقاب کیا جا سکے۔

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی امام زہری سے مختلف راویوں کی روایات کو پیش کر کے انہیں صحیح ثابت کرنے میں بھی پورا زور صرف کیا، بالآخر صفحہ ۲۴۳ پر نقشہ بنا کر تسلیم کر لیا کہ ان روایات میں نماز کی تکبیرات کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ آپ کے وصال تک ہوتی رہیں۔ جبکہ رفع الیدین کے متعلق کسی راوی نے یہ جملہ نہیں کہا۔ اور ہمارا اختلاف بھی ''رفع الیدین'' پر ہے نہ کہ تکبیرات نماز پر کہ وہ وصال تک ہوئیں یا نہیں۔

3- اور مزے کی بات یہ کہ صفحہ ۲۴۴ پر دوٹوک تسلیم کر لیا کہ ''صالح بن ابی الاخضر (ضعیف) وغیرہ نے بعض ٹکڑوں کو ایک حدیث میں جمع کیا ہے''۔

اب ظاہر ہے کہ ہمارا مطالبہ صحیح کا ہے ضعیف کا نہیں۔

4- صفحہ ۲۴۵ پر ابن الاعرابی کی کتاب المعجم جلد ا صفحہ ۲۲۶ ح ۱۴۲ سے۔ ''حتی فارق الدنیا'' کے عنوان سے روایت نقل کی جس میں صرف آغاز اور رکوع سے پہلے کا ذکر ہے۔ اور پھر خود ہی مان لیا کہ اس کتاب میں غلطیاں بھی ہیں۔ اور اس کے راوی ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عصمہ الرملی القاضی الاطروش کے متعلق کہا، مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ (صفحہ ۲۴۷)

تو بتائیے! جس روایت کے راویوں کے حالات ہی آپ کے پاس نہیں ہیں، وہ

آپ کے اصولوں کے مطابق مجہول ہے، تو اس پر بغلیں کیوں بجا رہے ہیں؟

۞ پھر مسند الشامیین جلد 2 صفحہ 35 کی روایت لکھی، اس میں بھی قبل از رکوع رفع یدین مذکور نہیں۔ اور اس کے راوی یعقوب بن سفیان الفارسی کی توثیق نہیں ملی۔ اور حصین بن وہب کے متعلق خود لکھا کہ ''مجھے حالات نہیں ملے''۔ (ملاحظہ ہو! صفحہ 247)

وہابیوں کا فیصلہ:

یہاں وہابیوں کا اپنا فیصلہ ہی دیکھ لیجئے!

1- مبشر ربانی (جن کی رائے کا احترام زبیر یہ پارٹی بھی کرتی ہے۔ الحدیث نمبر 34 صفحہ 18) نے لکھا ہے۔ یہ اور اس کے دیگر روات بھی مجاہیل قسیم کے ہیں۔ علم رجال کی معروف کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔ (مجلہ الدعوۃ مارچ 2001ء صفحہ 41)

یعنی ان کے نزدیک جن راویوں کے حالات نہ ملیں وہ مجہول ہوتے ہیں اور ان کی روایت موضوع و من گھڑت ہوتی ہے۔

2- صفدر عثمانی نے لکھا ہے:

''جو اپنے ایڈریس (پتہ) کو مجہول (نامعلوم) رکھتا ہے۔ مجہول کی روایت نا قابلِ قبول ہے''۔ (تحقیقی جائزہ اول صفحہ 1)

یہاں انہوں نے اس شخص کو مجہول قرار دیا جس کا ایڈریس و حالات معلوم نہ ہوں اور فیصلہ کر دیا کہ ایسے راوی کی روایت قطعاً قبول نہیں ہے۔

الحمدللہ! زبیر علی زئی کی قابلِ فخر کوشش، کی تردید انہی کے گھر سے ہو گئی ہے۔

زبیر علی زئی کے ایک قانون کا تعاقب:

زبیر علی ائی نے اس کتاب مذکور میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ اگر فلاں روایت میں کسی

صحابی نے فلاں جگہ کے رفع الیدین کا ذکر نہیں کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں رفع الیدین نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو! صفحہ 142 وغیرہ۔

جبکہ انہوں نے یہ قانون قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کیا۔ بلکہ عبد المنان نورپوری کی تقلید کی ہے۔ (صفحہ 55)

حالانکہ امام بخاری کے نزدیک اگر کوئی راوی کسی چیز کا ذکر نہ کرے تو اس سے نہ ہونا ہی سمجھا جائے گا۔ ملاحظہ ہو! بخاری جلد 1 صفحہ 138، 139۔

دوسروں کو طعنہ دینے والے خود بخاری کے بہت بڑے مخالف ہیں۔



قبولیتِ چیلنج پر ایک خط:

محمد الیاس صاحب

سلام مسنون!

محمد اشرف کیلانی صاحب کے گھر میں آپ نے بندہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کے مسئلہ پر محمد امین محمدی صاحب کے ساتھ مناظرہ کرنے کی جو دعوت دی تھی وہ قبول ہے، آپ امین صاحب کو تیار کرلیں راقم اس موضوع پر مناظرہ کیلئے تیار ہے...... لہٰذا آپ ان سے تحریر لکھوالائیں تاکہ مناظرہ کے انتظامی امور کو طے کیا جائے اور شرائط وموقف کی طرف پیش قدمی ہو۔ فقط

غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

۱۹-۳-۲۰۰۶



نوٹ: یہ ایک چیلنج کے جواب میں لکھی گئی ایک تحریر تھی جسے اُمین محمدی کو دکھایا گیا لیکن وہ اپنے وہابیوں کے اصرار کے باوجود جان چھڑانے کیلئے ٹال مٹول کرکے بھاگ گئے۔

صفدر عثمانی کے نام کھلا خط:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

غلام مرتضٰی ساقی مجددی کی طرف سے صفدر عثمانی کے نام!

و السلام علی من اتبع الھدٰی۔

صفدر صاحب! راقم کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے حواریوں میں یہ جھوٹا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ ساقی صاحب کیساتھ میرا تحریری مناظرہ چل رہا ہے اور وہ جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور اپنا مؤقف ثابت نہیں کر رہے دروغ گوئی اور بہتان طرازی تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کمال ہے اس لئے ہمیں اس پر کوئی افسوس نہیں ہے۔

لیکن ہم اتنا پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ ہماری لاجواب کتب کا مکمل جواب (جبکہ بعض کے تو ایک لفظ کا جواب بھی) نہ دے سکنے پر ایسا مکروہ عمل کرنے کی آخر آپ کو کیا ضرورت درپیش ہوئی؟...... کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جھوٹا واویلا کر کے غلبہ پایا جا سکتا ہے؟...... کیا اپنی طرح لوگوں کو بھی عقل سے عاری، فہم سے دور اور شعور سے بَری سمجھتے ہو...... جبکہ

؎ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اگر آپ کے اندر انصاف، دیانت، امانت اور صداقت کی کوئی معمولی رمق بھی موجود ہے تو بتائیے!...... ''محققانہ فیصلہ'' اور ''طلاق ثلاثہ'' کی مخالفت کس دور میں ہوئی؟'' ان کتب کے منظر عام پر آجانے کے بعد میری اور آپ کی کونسی نئی تحریری گفتگو چلی ہے؟

میری تحریروں کے عکس ارسال کرو...... ورنہ جان لو کہ آپ کذابوں اور دجالوں کے ایک اہم فرد ہیں......

راقم کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ مسئلہ رفع الیدین پر تحریری مناظرہ چل رہا ہے۔ بندہ نے اس موضوع پر تو امین محمدی کو لاجواب کیا ہے اگر آپ کو بھی شوق سوار ہو تو پہلے پرانا قرض چکا لو اور پھر کوئی ایک ایسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث پاک لکھ بھیجو کہ جس سے واضح ہو کہ حضور اکرم ﷺ نے ساری عمر مبارک یعنی آخری نماز تک (اختلافی) رفع یدین کیا ہو اور آخری نماز بھی اس رفع یدین کے ساتھ ہی ادا فرمائی...... فقط

الراقم:

ابوالحقائق غلام مرتضٰی ساقی مجددی

15-05-2006



نوٹ: تا حال ہمیں اس خط کا جواب موصول نہیں ہوا، گویا صفدر صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ انہوں نے واقعۃً دروغ گوئی سے کام چلایا تھا۔

30-07-2007

''اخبار الفقہاء والمحدثین'' پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

وہابیوں کے ''محقق'' زبیر علی زئی نے اپنے مذہب کے تحفظ کیلئے حافظ محمد بن حارث الخشنی (۳۶۱ھ) کی کتاب ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کی بیان کردہ صریح روایت (جس سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین ترک فرما دیا تھا) کو باطل قرار دینے کیلئے اپنی بے چینی اور بے قراری کا عجب مظاہرہ کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون اس قدر کھوکھلا اور تعارض وتناقض سے پُر ہے کہ خود انہی اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی عبارات ہی اس کی تردید کیلئے کافی ہیں۔ اختصار کے ساتھ اس کا تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے۔ وھو ھذا۔

اعتراض نمبر1:

''اس کتاب کی کوئی سند مذکور نہیں ہے''۔ (ماہنامہ الحدیث نمبر۱۱، صفحہ۱۰)

جواب:

سند مذکور نہ ہونے سے کتاب کا من گھڑت ہونا لازم نہیں آتا، ورنہ وہابی مذکور اپنی اس شرط کو قرآن وحدیث کی تصریحات سے ثابت کرے۔ ارشادِ نبوی ہے:

ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل و ان كان مائة شرط۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۳۷۷)

یعنی جو شرط کتاب (وسنت) میں نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو بار ہی لگائی جائے۔

دوم: ایسی متعدد کتب موجود ہیں جن کی اسناد مذکور نہیں لیکن فرقہ وہابیہ انہیں تسلیم کرتا پھرتا ہے۔ مثلاً:

- زبیر علی زئی نے ''جزء رفع الیدین'' امام بخاری کے نام سے اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کروائی ہے جبکہ اس کے ناسخ کی سند مذکور نہیں ہے۔
- علی زئی نے مصنف عبدالرزاق نسخہ ملا مراد کو معتبر مانا، جبکہ اس کی سند مذکور نہیں ہے۔
- اس وہابی نے کتاب الضعفاء بھی امام بخاری کی نسبت سے اپنی تحقیق کے ساتھ طبع کرائی جبکہ اس کے ناسخ عمر بن ابراہیم العجمی (۷۷۷ھ) اور راوی محمد بن عمر العثمانی (نے اس نسخہ کو ۶۱۴ھ کو سنا) کے درمیان تقریباً ۶۸ سالوں کا انقطاع ہے، درمیان کی کوئی سند مذکور نہیں، لیکن پھر بھی اپنے مفید طلب پا کر اسے تحفۃ الاقویاء قرار دے دیا اور اخبار الفقہاء کی روایت وہابی مذہب کے مخالف ہونے کی وجہ سے پوری کتاب ہی موضوع بن گئی۔ لا حول ولا قوۃ۔

مزید تفصیل کیلئے علمی محاسبہ صفحہ ۶۵ تا ۶۹ ملاحظہ فرمائیں!

اعتراض نمبر2:

اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں...... عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک قبری مراد لینا غلط ہے کیونکہ اس کی صاحب کتاب سے ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں، یہاں عثمان بن قیروانی، کذاب مراد ہے۔ (ملخصاً صفحہ۱۰)

جواب:

اگر عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں تو اسے عثمان بن محمد قیروانی کیوں بنا ڈالا، یہ بلا دلیل تعین کیوں؟ کیا محض دل کا غبار نکالنے کیلئے؟ پھر عثمان بن محمد سے ابن مدرک قبری کو مراد لینا۔ محض اس وجہ سے غلط کہنا کہ ملاقات کا ثبوت نہیں۔ حالانکہ خود ہی متعدد بار لکھا ہے کہ عدم ذکر سے عدم ثبوت لازم نہیں آتا۔ ملاحظہ ہو! (نور العینین صفحہ۵۴، ۸۳، ۱۲۴، ۱۱۲)

بتائیے! غصہ میں آکر اپنے اصول کا خون کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کی یہ عبارت

آپ پر کتنی فٹ بیٹھتی ہے کہ ''ان لوگوں کے اصول اتنے متناقض ہیں کہ ہر سلیم الفطرت انسان معلوم ہونے کے بعد حیران ہوتا ہے کہ ان میں تطبیق کس طرح دے؟''

(نورالعینین صفحہ ۱۹۰)

باقی یہ کہنا کہ ابن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے۔ اس سے کتاب یا روایت موضوع، من گھڑت نہیں ہو جاتی، اگر علم نہیں تو مزید کوشش کرنی چاہیئے، محض تعصب و ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایک مسلمان کے متعلق بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے، جبکہ ان کے دل جانی، مبشر ربانی نے دوٹوک لکھا ہے:

''یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ عدم علم عدم شی کی دلیل نہیں ہوتا''۔ (مقالات ربانیہ صفحہ ۱۲۸)

آخر کیا وجہ ہے کہ وہ احناف دشمنی میں اپنے مسلمہ قاعدے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ جبکہ اخبار الفقہاء والمحدثین صفحہ ۱۷۰ اور تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ۲۰۶ تا ۲۰۷ پر ابن مدرک کو دانا، صاحب وقار، پوری عزت والے، بلند مرتبہ، کریم وغیرہ کہا گیا ہے۔

اعتراض نمبر 3:

''عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے''۔ (صفحہ ۱۱)

جواب: یہ جھوٹ ہے۔ کیونکہ عثمان بن سوادہ کے حالات کتاب ترک رفع یدین صفحہ ۴۹۴ (جس کے رد میں علی زئی نے یہ مضمون لکھا ہے) پر بھی موجود ہیں۔

دوسرے، نہ ملنے سے نہ ہونا لازم نہیں آتا، اس سے روایت مردود وہی کہہ سکتا ہے جو خود ایسا ہو۔

نوٹ: زبیر علی زئی نے نور العینین اور تسہیل الوصول صفحہ ۱۹۵ پر محمد بن احمد بن عصمہ الرملی کے متعلق خود لکھا ہے:

''مجھے اس کے حالات نہیں ملے''۔

اور حصین بن وہب کے متعلق بھی لکھا:

''حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے''۔ (نورالعینین صفحہ ۲۴۷)

لیکن ان دونوں کی روایتوں کو باطل، مردود اور من گھڑت نہیں کہا بلکہ لکھا ہے:

''دونوں ثابت ہیں اور یہ بھی ثابت ہے الخ''۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۸)

معلوم ہوا کہ یہ اعتراض بھی لغو، باطل اور مردود ہے کیونکہ زبیر کے اپنے قانون کے مطابق حالات نہ ملنے سے روایت موضوع نہیں ہوتی۔

اعتراض نمبر 4:

عثمان بن سوداہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے۔ (صفحہ ۱۱)

جواب:

کیا اس شرط کے نہ پائے جانے سے کتاب من گھڑت ہو جاتی ہے؟ قرآن و حدیث سے واضح کیا جائے۔ لیکن جب زبیر علی زئی کو عثمان بن سوداہ کے حالات ہی نہیں ملے تو اس نے ''ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں'' کا دعویٰ کس دلیل سے کیا ہے؟ کیا محض اپنے گمان سے، جس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اعتراض نمبر 5:

''محمد بن حارث کی کتابوں میں ''اخبار القضاۃ والمحدثین'' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا نام نہیں ملتا''۔ (صفحہ ۱۱)

جواب:

حالانکہ زبیر نے خود مانا ہے:

"ہمارے اس دور کے معاصرین میں سے عمر رضا کحالہ نے "اخبار الفقہاء والمحدثین" کا ذکر کیا ہے"۔ (معجم المؤلفین ۲۰۴/۳) اس طرح معاصر خیرالدین الزرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ (الاعلام ۶ ص ۷۵) (ملاحظہ ہو! ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۱)

تو جب اس کتاب کا تذکرہ موجود ہے تو پھر انکار کیوں؟

۞ اور یہ بھی بتایئے! کہ "فقہاء ومحدثین" کا جملہ تو معروف ہے کمالا یخفی علی العلماء، لیکن "قضاۃ ومحدثین" کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "فقہاء ومحدثین" درست تھا، اسی لیے معاصرین نے اس کو اختیار کیا ہے۔ اگر زبیر کے لیے یہ حوالے قطعی دلیل نہیں تو اس کتاب کو من گھڑت کہنے کی کونسی قطعی دلیل اس پر نازل ہوئی ہے؟

اعتراض نمبر6:

صاحبِ روایت نے اس روایت کو شاذ کہا ہے۔ (ملخصا صفحہ ۱۲)

جواب:

صاحب کتاب کی اپنی بھی اس قول پر تسلی نہیں ہے ان کا جملہ ہے:

أراه من شواذها۔ (اخبار الفقہاء صفحہ ۲۱۴)

"میں خیال کرتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے"۔

یہ نص قطعی نہیں کہ جس پر وہابی بغلیں بجاتے ہوئے کتاب اور روایت کو باطل قرار دے دیں، کیونکہ زیادہ سے زیادہ صاحبِ کتاب کی رائے ہے، جس سے اختلاف ممکن ہے، حیرت تو وہابیوں پر ہے کہ ان کے نزدیک نبی کی رائے کی کوئی عزت نہیں ہے۔ (طریق محمدی صفحہ ۵۰، ۶۱)

وہ ایک محدث کی رائے سے کیسے چمٹ رہے ہیں۔ کیا وہ محدث کو نبی سے بلند

سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ!

نوٹ: زبیر کا کہنا کہ اس "من شواذها" کو چھپا لیا ہے، بھی غلط اور دھوکہ وفریب ہے، چونکہ سند سے متن کے اختتام تک اس جملہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، یہ ایک الگ جملہ تھا، کیا زبیر اور اس کے حواری ایسا قانون دکھانے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں کہ کسی کتاب سے روایت کے متعلق صاحب کتاب کی رائے کو نقل کرنا بھی ضروری ہے؟ کیا وہ اس قانون پر ہمیشہ عمل پیرا ہیں؟ ہمت ہے تو میدان میں آئیں!

زبیر کا علمی کمال:

یہ چھ خود ساختہ دلیلیں نقل کر کے زبیر نے لکھا ہے: ان دلائل کا تعلق سند کے ساتھ ہے۔ (صفحہ ۱۲)

جبکہ ان خود ساختہ دلائل میں "من شواذها" کی رائے بھی موجود ہے۔ زبیر اور ان کے حواری بتائیں کہ کیا اس جملہ کا تعلق سند کے ساتھ ہے یا متن کے ساتھ؟ کیا اس روایت کی سند شاذ ہے یا متن؟

اعتراض نمبر7:

چونکہ اخبار الفقہاء والمحدثین کی روایت میں تصریح ہے کہ مکی دور میں رفع الیدین ہوتا رہا اور مدنی زمانہ میں اسے ترک کر دیا گیا، تو زبیر علی زئی اسے سمجھنے کے بجائے حضرت مالک بن حویرث اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی روایات پیش کر کے کہنے لگے کہ مالک بن حویرث غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان ہوئے جبکہ حضرت وائل ۹ھ میں آئے اور اگلے سال ۱۰ھ میں بھی رفع الیدین مشاہدہ فرمایا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں رفع یدین نہیں چھوڑا۔ (ملخصا صفحہ ۱۲)

جواب:

کیا اخبار الفقہاء کی روایت میں ایسے الفاظ ہیں کہ مدینہ شریف میں آتے ہی یہ

عمل ترک ہوگیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ کے بعد کوئی نماز ادا نہیں فرمائی؟ کیا ۱۰ھ کے بعد اسلام کا کوئی عمل منسوخ نہیں ہوا؟ کیا ۱۰ھ کے بعد مدنی دور مکمل طور پر ختم ہوجاتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس جاہلانہ ''معلوم ہوا'' کا کیا مقصد؟ جب یہ بات واضح ہے کہ ۱۰ھ کے بعد بھی کئی عمل منسوخ ہوئے ہیں تو جان لیجئے! کہ اس مدت میں اسے بھی ترک کردیا گیا تھا۔ فافهم و تدبر ولا تكن من المتعصبين۔

نوٹ: زبیر کے اکابرین نے یہی بات سجدوں کے رفع الیدین کے متعلق کہی ہے۔

ملاحظہ ہو! لکھا ہے:

''عامل رفع یدین عند ارادۃ السجدہ و بین السجدتین مصیب ہے۔ بلاشک حدیث صحیح ہے۔ یہ رفع یدین منسوخ نہیں۔ بلکہ یہ نبی ﷺ کا آخری عمر کا فعل ہے۔ کیونکہ اس کا راوی مالک بن الحویرث مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی آخری عمر میں داخل ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی ہے جس سے نسخ ثابت ہو، احتمالات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا''۔ (فتاوی علمائے حدیث ۴/۳۰۶)

ہماری طرف سے تو اس کا جواب اوپر گذر چکا لیکن جب وہابیوں کے نزدیک یہ (سجدوں کے وقت رفع) منسوخ نہیں تو وہ اس کے مخالف کیوں ہیں؟

اعتراض نمبر 8:

''پھر سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت لکھ کر کہا کہ ''وہ مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور آخری چار سالوں میں آپ کے ساتھ رہے''۔ (صفحہ ۱۳)

جواب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کسی صحیح، صریح، غیر معارض مرفوع روایت میں نہیں ہے

کہ آپ ﷺ نے آخری نماز تک رفع الیدین کیا ہے، صرف مدینہ منورہ کی روایت سے آخری عمر کا عمل ثابت کرنا غلط ہے۔

باقی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے اس کا متروک یا منسوخ نہ ہونا۔ ثابت کرنا بھی جہالت ہے۔ کیونکہ:

❁ وہابیوں کو تسلیم ہے کہ کئی امور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوشیدہ رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو! محمد جوناگڑھی نے لکھا ہے: ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بے خبر تھے۔ (طریق محمدی صفحہ ۷۸)

مزید لکھا: موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے ہیں دلائل شرعیہ آپ سے مخفی (پوشیدہ) رہے۔ (صفحہ ۸۹)

اس قانون کی روشنی میں جان لیں کہ اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع ثابت ہو تو ترک رفع یدین آپ سے پوشیدہ رہ گیا تھا۔

❁ وہابی اکابرین اور خود زبیری پارٹی نے تسلیم کیا ہے کہ صحابہ کرام کے اقوال، اعمال اور فہم حجت نہیں اگرچہ صحیح سند سے ہی ثابت ہوں۔

(ملاحظہ ہو! الحدیث نمبر ۳۰ صفحہ ۱۴، نمبر ۲۷ صفحہ ۵۶، ۵۷، نمبر ۲۸، صفحہ ۲۱ وغیرہ، فتاوی نذیریہ ۱/۳۴۰، صفحہ ۶۲۲، التاج المکلل صفحہ ۲۹۶، عرف الجادی صفحہ ۴۴، ۳۸، ۸۰، ۱۰۱، ۲۰۷، تحفۃ الاحوذی ۲/۴۴، مسئلہ رفع یدین پر تحریری مناظرہ ۱۴، ۸۱، ۸۴ وغیرہ)

لہٰذا وہابیوں کیلئے حضرت ابو ہریرہ کا عمل حجت نہ رہا۔

اعتراض نمبر 9,10:

زبیر علی زئی کا نو اور دس نمبر پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا چار مقامات پر رفع یدین کرنے کی روایت نقل کر کے کہنا کہ ''یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ رفع

یدین کرتے رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے آگے تھے"۔

بعد میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریاں مارنے کی روایت درج کرکے بھی یہی مضمون لکھا۔ آخر میں لکھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی ایک صحابی سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

جواب:

جواباً گذارش ہے کہ

- جب حدیث صحیح سے ترک رفع یدین ثابت ہوگیا تو پھر وہابیوں کی اس پر پریشانی وبے چینی کیا معنیٰ رکھتی ہے؟
- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کسی روایت سے آخری نماز تک رفع یدین کرنا ثابت نہیں، جبکہ اخبار الفقہاء میں ترک رفع یدین کی تصریح موجود ہے، اور وہابی اکابرین کا بھی کہنا ہے کہ مرفوع اور موقوف میں تعارض کے وقت مرفوع کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا عمل ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں طریقۂ نبوی کو ترجیح ہوگی۔
- وہابیوں کے نزدیک اقوال وافعال وفہم صحابہ رضی اللہ عنہم کی کوئی اہمیت نہیں، اگرچہ وہ صحیح اسناد سے بھی ثابت ہوں، لہٰذا وہابیوں کے اصولوں کے مطابق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔
- کنکریاں مارنے والی روایت میں چار مقامات کے بجائے صرف رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کے رفع یدین کا ذکر ہے، جس سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک تیسری رکعت والا رفع یدین متروک ہوگیا تھا اور اخبار الفقہاء والی روایت سے ثابت ہے کہ بعد میں صرف نماز کے شروع میں رہ گیا تھا۔ لہٰذا اگر ان روایات میں تطبیق بھی دی جائے تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی

ترک کی طرف ہی لوٹ رہے ہیں۔

لہٰذا اب ان وہابیوں کو کنکریاں لگائی جانیں چاہییں جو آپ کے عمل کی مخالفت کرتے پھرتے ہیں۔

- کنکریاں مارنے والی روایت کی سند میں ولید بن مسلم پر زبردست جرحیں موجود ہیں۔ (ملاحظہ ہو! تہذیب التہذیب ۱۱/۱۵۴، ۱۵۵، میزان الاعتدال ۳/۲۷۵)

شاید اسی لیے وہابیوں کے پیشوا ابن حزم نے کہا تھا:

ما کان ابن عمر لیحصب من ترک ما لہٗ ترکہٗ۔

(المحلی بالآثار ۲/۷۱ بتحشیہ محمد خلیل ہراس)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کنکریاں نہیں مارتے تھے، انہیں کیا تھا کہ کوئی اسے ترک کردے۔

- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ہر اس آدمی کو کنکریاں مارتے تھے جو ہر اونچ نیچ پر رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (مسند حمیدی جلد ۱ صفحہ ۱۵)

اس روایت کو زبیر علی زئی نے خود بھی تسلیم کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو! جزء رفع الیدین صفحہ ۴۵ طبع دوم، نور العینین صفحہ ۶۵)

لیکن محض اپنے قیاس سے اس کی باطل تاویل کر رکھی ہے جو ان کے نزدیک "کار شیطان" ہے۔

معلوم ہوا کہ وہابیوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے اگر وہ موجود ہوتے تو ہر اونچ نیچ (جس میں سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا بھی شامل ہے) نہ کرنے والے وہابیوں کو ضرور سنگسار کردیتے۔

- یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابی یا تابعین رفع یدین نہیں کرتے رہے۔

زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ "رفع یدین نہ کرنے والا آدمی صحابہ کرام میں سے نہیں

تھا'' مردود ہے۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ باقی رہا امام بخاری کا قول تو وہ وہابیوں کے ہاں بھی حجت نہیں، بلکہ خود زبیر علی زئی نے بھی درج ذیل مقامات پر امام بخاری کے اقوال کی مخالفت کی ہے۔

(ملاحظہ ہو! جزء رفع الیدین صفحہ ۸۵، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۱۲ وغیرہ، تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء صفحہ ۶۵، ۳۸، ۴۴، ۵۰، ۷۰، ۶۰، ۶۶، ۶۷ وغیرہ)

اور امام بخاری کے مقابلہ میں ان کے شاگرد امام ترمذی نے دوٹوک لکھا ہے:

''کئی اہلِ علم صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم ترک رفع یدین کے قائل تھے''۔

(ترمذی ۱/۵۹)

وہابیوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر عمل نہیں کیا:

اگر وہابیوں کے نزدیک سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کنکریاں مارنے والی روایت صحیح ہے تو وہ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

''یہ کام وہی کرے گا جو اولوالامر میں سے ہوگا''۔ (جزء رفع الیدین صفحہ ۴۵)

یہ بات ظاہر ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما وہابیوں کے موقف کے مطابق ''اولوالامر'' میں سے نہیں تھے، لیکن وہابیوں کے خیال میں وہ کنکریاں مارتے تھے، تو آج وہابی یہ کام نہ کرکے اس روایت کی حقیقت خود ہی بتارہے ہیں۔

- ایک طرف وہابی کنکریاں مارنے والی روایت پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے اکابر نے رفع یدین نہ کرنے کو سنت، جائز اور درست قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو! فتاوٰی نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۱، تعلیقات سلفیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۲، الروضۃ الندیہ صفحہ ۹۴)

بتایئے! یہ تماشہ کیا ہے؟

- بلکہ ان کے بزرگ اسماعیل دہلوی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی آدمی ساری عمر رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارنا تو کجا کوئی سخت جملہ کہہ کر اس

کی ملامت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ (دیکھئے! تنویر العینین صفحہ ۵)

اب بتایئے!...... وہابیوں کے ان بڑوں کو کتنے پتھر لگنے چاہییں؟ لہٰذا ہمارا مشورہ ہے کہ وہابی حضرات دوسروں کو روایتیں پیش کرنے سے پہلے اپنے ''وڈیروں'' کو ضرور دیکھ لیا کریں تاکہ انہیں ندامت و پشیمانی نہ اٹھانی پڑے۔ اور دوسروں کو دعوت دینے سے قبل خود عمل کرلیا کریں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اور ان کا عمل:

زبیر علی زئی نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ:

''یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ رفع یدین کرتے رہیں''۔ (صفحہ ۱۳)

لیکن آیئے! یہ معمہ ہم زبیر علی زئی سے ہی حل کرائے دیتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک روایت بیان کی اور عمل اس کے برعکس کیا۔ لکھا ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خالفوا المشرکین و وفروا اللحی واعفوا الشوارب۔

''مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو پست کرو''۔

(صحیح البخاری: ۵۸۹۲، صحیح مسلم: ۲۵۹)

جن احادیث میں داڑھیاں چھوڑنے، معاف کرنے اور بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے، ان کے راویوں میں سے ایک راوی سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

(دیکھئے! صحیح البخاری (۵۸۹۲، ۵۸۹۳) و صحیح مسلم (۲۵۹)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ حج اور عمرے کے وقت اپنی داڑھی کا کچھ حصہ (ایک بالشت سے زیادہ کو) کاٹ دیتے۔

دیکھئے: صحیح البخاری (۵۸۹۲) وسنن ابی داؤد (۲۳۵۷) وسندہٗ حسن وحسنہ الدارقطنی ۱۸۲/۲، صححہ الحاکم ۴۲۲/۱، وافقہ الذہبی، الحدیث نمبر ۲۷ صفحہ ۵۷)۔ (الحدیث نمبر ۲۷ صفحہ ۵۷)

اس گفتگو میں وہابی مذکور دوٹوک بتا رہے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے داڑھی مبارک ایک بالشت کاٹ کر داڑھیاں چھوڑنے والی روایت پر عمل نہیں کیا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقام وہابیوں کے نزدیک:

احناف کے خلاف ذہن سازی کرتے ہوئے زبیر نے لکھ دیا:

''آپ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں سب سے آگے تھے''۔

لیکن درحقیقت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما وہابیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مخالف تھے اور ان کی بات حجت نہیں ہے۔

چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

۞ وحید الزماں نے لکھا ہے:

''عبداللہ بن عمر کا قول بھی حجت نہیں''۔ (تیسیر الباری ۱۹۱/۵)

۞ اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

''(ابن عمر کا) یہ فعل سنت صحیحہ کے خلاف ہے''۔ (فتاوٰی سلفیہ صفحہ ۱۰۷)

۞ زبیر علی زئی نے خود کہا ہے:

''یہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے جو کہ نبی ﷺ کی صحیح و ثابت سنت کے خلاف ہے''۔ (الحدیث نمبر ۲۶، صفحہ ۵۶)

رفع یدین کے مسئلہ میں بھی ایک طرف عمل نبوی ہے اور دوسری طرف عمل صحابی تو عمل نبوی کو ترجیح دی جائے گی۔

۞ زبیر کے ''فیض یافتہ'' ابن بشیر الحسینوی نے لکھا ہے: مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا بالکل غلط ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ان کا

اپنا عمل ہے اور ان کا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا۔ صحابی کا اپنا قول اور اپنا عمل دلیل نہیں بنتا۔ صحابی کا اپنا عمل اور قول دلیل نہیں جب وہ دلیل نہیں تو اس سے گنجائش کیسے ملی؟ (الحدیث نمبر ۲۷، صفحہ ۵۷، ۵۶)

دیکھئے! کس طرح تکرار اور اصرار اور بار بار دہرا کر اپنے سینے کا ''غبار'' اگلا جارہا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل دلیل نہیں، بلکہ غلط ہے۔

۞ اسی بات کی تائید الحدیث نمبر ۲۸، ص ۲۱ پر بھی کی گئی ہے۔

جب وہابیوں کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا عمل دلیل نہیں بلکہ غلط ہے تو پھر دوسروں پر اعتراض کیوں؟ آخر مسئلہ رفع الیدین میں بھی وہ یہ کلیہ کیوں نہیں مانتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین چھوڑ دینا ثابت ہے، لہٰذا عمل رسول ﷺ کو ہی اپنانا چاہیے، لیکن وہابیوں کو چونکہ یہ ہرگز قبول نہیں اس لیے جہاں جو چاہتے ہیں قانون بنا کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت پر حملے کر کے دشمنانِ صحابہ کو انگشت نمائی کا موقع فراہم کرتے رہتے ہیں۔

نوٹ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق وہابیوں کی خرافات دیکھنے کیلئے ہمارا مضمون ''آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور آلِ نجد'' ملاحظہ فرمائیں جو زبیر کے مضمون ''آثارِ صحابہ اور آلِ تقلید'' کے جواب میں قسط وار ماہنامہ نور الایمان اڈہ سیکھم شیخوپورہ میں شائع ہو رہا ہے۔

اس بحث سے زبیر کے جملہ اعتراضات کا قلع قمع ان کی اپنی اور اپنے ہم مذہب حضرات کی عبارات سے ہی ہو گیا، جس سے واضح ہے کہ زبیر کا یہ مضمون نہایت کھوکھلا، مبنی بر جہالت و تعصب، اور باطل و مردود ہے۔ اور اس کا اخبار الفقہاء والمحدثین کو موضوع کہنا سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

(۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ/ ۲۱ جون ۲۰۰۷ء)

مسائل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اور وہابی مذہب:

اگر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ مسائل اور معمولات سے وہابی حضرات کو کچھ زیادہ ہی لگاؤ اور دلچسپی ہے۔ تو آیئے!......ہم سطور ذیل میں آپ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے چند وہ مسائل اور معمولات عرض کیئے دیتے ہیں جو وہابی مذہب کے بالکل برعکس ہیں، ایک طرف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عندیہ اور اس کے مقابلہ میں وہابی نظریہ پیش خدمت ہے، اگر آپ کے بیان کردہ تمام مسائل وہابیوں کے نزدیک درست ہیں تو وہابی حضرات کا ان پر عمل کیوں نہیں؟......ملاحظہ ہو!

1- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ معمول تھا کہ جب وہ حج وعمرہ کر کے فارغ ہوتے تو مٹھی سے زائد داڑھی کے بال کٹوا دیتے تھے جیسا کہ روایت ہے:

کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہٖ فما فضل اخذہٗ۔

(بخاری ج ۱ صفحہ ۲۷۲)

2- آپ کے اس عمل پر تنقید کرتے ہوئے اسماعیل سلفی آف نیائیں چوک گوجرانوالہ نے لکھا ہے: عبداللہ بن عمر......کا یہ فعل سنتِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ معاذ اللہ!

(فتاوٰی سلفیہ صفحہ ۱۰۷)

3- موزوں پر مسح کرنا سنت مبارکہ سے ثابت ہے لیکن یہ مسئلہ ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علم میں نہ تھا۔ جیسا کہ انہوں نے جب اس مسئلہ کو حضرت سعد سے سنا تو اپنے والد حضرت عمر سے اس کی تصدیق کرائی —— (بخاری ج ۱ صفحہ ۳۳)

ایک مرتبہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح کیا تو حضرت ابن عمر نے اس کا انکار کیا۔ (مؤطا امام مالک صفحہ ۲۵)

جبکہ اس کے برعکس صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول صفحہ ۱۰۱ پر موزوں پر مسح کرنے کا باب باندھا ہے۔

4- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جہاد نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ۲/۱۶)

جب کہ وہابی آج کل بانگ دہل کہتے پھرتے ہیں کہ ہم ہی جہاد کرتے ہیں۔

5- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز چاشت کو بدعت قرار دیتے تھے......جیسا کہ آپ کا قول ہے: صلوٰۃ الضحٰی بدعۃ۔ انھا محدثۃ۔ (صحیح بخاری برقم ۱۷۷۵، مسلم، برقم ۱۲۵۵)

۞ ایک روایت میں ہے کہ آپ یہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (ابن سعد ج ۴ صفحہ ۱۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نماز چاشت پڑھتے ہیں؟ فرمایا نہیں، ایسے ہی آپ نے جواب دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور میرے خیال میں وہ نماز (ہی) نہیں ہے —— (بخاری ج ۱ صفحہ ۱۵۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶)

ایک مرتبہ لوگ نماز ضحٰی (چاشت) پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بدعۃ۔ ''یہ بدعت ہے''۔ (بخاری صفحہ ۲۳۸ جلد ۱، مسلم صفحہ ۴۰۹ جلد ۱)

اب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مسلک کے مطابق نماز چاشت پڑھنے والوں کو بدعتی قرار دینا اور یہ روایت سنانا درست ہوگا؟ ان شر الامور محدثاتھا و کل محدثۃ بدعۃ و کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔

جبکہ صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول صفحہ ۴۲۱، ۴۲۲ پر نماز ضحٰی کی فضیلت کے متعلق احادیث درج کی ہیں۔ بتایئے! صحابی کی مانیں یا وہابی کی؟

5- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ شریف ماہ رجب میں بھی کیا تھا، جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید کرتی ہیں......دونوں کا موقف ملاحظہ ہو!

(بخاری صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹ جلد ۱، مسلم ج ۱ صفحہ ۴۰۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۲۱، مسند احمد صفحہ ۱۵، ۷۳ جلد ۲، صفحہ ۱۲۹ جلد ۳، صفحہ ۵۵، ۱۵۷ جلد ۶)

اس مسئلہ میں بھی وہابی حضرات حضرت ابن عمر کے مخالف ہیں۔

ملاحظہ ہو! تیسر الباری وغیرہ۔

6- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ میت کو اس کے اہل وعیال کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے جب ان کے اس مؤقف کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان (یہ حضرت ابن عمر کی کنیت ہے) پر رحم فرمائے، انہوں نے جھوٹ تو نہیں بولا، لیکن وہ بھول گئے ہیں یا ان سے خطاء ہوگئی ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی عورت کے پاس سے گذرے (جو مر چکی تھی اور) لوگ اس پر رو رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ (مسلم صفحہ ۳۰۳ جلد ا، مشکوۃ صفحہ ۱۵۱)

وہابی حضرات دریں مسئلہ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے برخلاف مؤقف کے حامل ہیں۔

7- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اعرابی (دیہاتی) کیلئے وتر جائز نہ سمجھتے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۰۰ جلد ا)

جب کہ وہابیوں کے نزدیک نماز وتر تمام مسلمانوں کیلئے ہے، خواہ وہ دیہاتی ہو یا شہری۔

8- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مؤقف تھا کہ عورتیں غسل کے وقت اپنی مینڈھیاں بھی کھولیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(مسلم صفحہ ۱۵۰ جلد ا مسند احمد صفحہ ۴۳ جلد ۶)

وہابیوں کا فتویٰ بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مخالف ہے۔ عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں: غسل جنابت میں عورت کو مینڈھیاں کھولنی ضروری نہیں۔ (فتاویٰ اہل حدیث صفحہ ۴۲۵ جلد ۱)

9- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ رات کو خوشبو لگائی جائے اور صبح کو اسی حالت میں احرام باندھ لیا جائے...... یہی وجہ ہے کہ آپ خوشبو کی بجائے زیتون کا تیل استعمال فرماتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۲۰۸ جلد ا)

لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تردید کی اور فرمایا: کنت اطیّب رسول اللہ ﷺ۔

''میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگایا کرتی تھی''۔

اس مسئلہ میں بھی وہابیوں کا مؤقف حضرت ابن عمر کے مخالف ہے۔

10- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فجر کی سنتیں پڑھ کر نہیں لیٹتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۸ جلد ۲ ح: ۶۳۸۵)

جبکہ وہابیوں کے نزدیک لیٹنا درست ہے۔

11- مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ میں دورانِ سفر جہاں جہاں رسولِ اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان مقامات کو تلاش کر کر کے وہاں نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو بیان کرنے کیلئے امام بخاری نے بخاری شریف ۱/۷۰ پر ایک پورا باب مختص کیا ہے۔ باب المساجد التی علی طرق المدینة۔

۞ اسی راستہ میں ایک نئی مسجد تعمیر کر دی گئی، لیکن

فلم یکن عبداللہ ابن عمر یصلی فی ذلك المسجد۔ (بخاری ۱/۷۰)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اس نو تعمیر شدہ مسجد میں نماز ادا نہیں کرتے تھے بلکہ مسجد سے الگ جس مقام پر سرکار دو عالم ﷺ نے نماز پڑھی تھی، حصولِ برکت کیلئے وہیں پر نماز ادا فرماتے۔

۞ غیر مقلد مترجم وحید الزمان حیدر آبادی نے آپ کے اس عمل کو یوں بیان کیا ہے:

''حافظ (ابنِ حجر عسقلانی) نے کہا عبداللہ بن عمران مقاموں کو بطور تبرک کے ڈھونڈتے اور وہاں نماز پڑھتے''۔ (تیسیر الباری ترجمہ وشرح صحیح البخاری ۱/ ۳۳۷)

12- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ

واضعاً یدہٗ علی مقعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المنبر ثم وضعها علی وجهہٖ۔ (الشفاء ۲/۴۴)

منبر نبوی پر اپنا ہاتھ پھیر کر چہرے پر ملتے تھے۔

۞ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

یمسح بها تبرّکاً بموضع لمسہٖ۔ (شرح الشفا ۳/۴۳۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے لگنے والی جگہ سے برکت لینے کیلئے ہاتھ پھیرتے تھے۔

۞ امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ (نسیم الریاض ۳/۴۳۴)

اس مسئلہ میں بھی وہابی حضرات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مسلک کے مخالف ہیں بلکہ اس عمل کو شرک قرار دیتے ہیں۔

ترک رفع یدین

پر

حدیث ابن مسعود و حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے متعلق ناصر الدین البانی کی تحقیق

اقتباس

از صحیح سنن ابی داؤد

جلد ۳ صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۲ مطبوعہ غراس

تألیف

محمد ناصر الدین البانی

١١٧- باب من لم يذكر الرفع عند الركوع

٧٣٣- عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود:

ألا أُصَلِّي بكم صلاةَ رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟! قال: فصلَّى؛ فلم يرفع يديه إلا مَرَّةً۔

(قلت: إسناده صحيح على شرط مسلم، و قال الترمذي: "حديث حسن"، و قال ابن حزم: إنه "صحيح"، و قوّاه ابن دقيق العيد و الزيلعي و التركماني)

إسناد: حدثنا عثمان بن أبي شيبة: نا وكيع عن سفيان عن عاصم۔ يعني: ابن كليب۔ عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة۔

قال أبو داود: "هذا حديث مختصر من حديث طويل، و ليس هو بصحيح على هذا اللفظ"!

قلت: و هذا إسناد صحيح على شرط مسلم۔ و قد اعله المصنف رحمه الله بما رأيت، و وافقه على ذلك غير ما واحد كما يأتي! و لم نجد في كلماتهم ما ينهض على تضعيف الحديث . فالحق أنه حديث صحيح، كما قال ابن حزم في "المحلّى" (٨٨/٤)، و حسنه الترمذي كما يأتي .

و لعل المصنف يشير بالحديث الطويل: إلى حديث عبد الله بن إدريس عن عاصم بن كليب، الذي تقدم في الباب السابق، يعني: أنه ليس فيه: أنه لم يرفع إلا مرة . فقوله: إلا مرة ؛ غير صحيح عنده . و قال البخاري في "رفع اليدين" (صفحہ١١-١٢):

و يروى عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال: قال ابن مسعود رضي الله عنه...... فذكره۔ و قال أحمد بن حنبل عن يحيى بن آدم قال: نظرت في كتاب عبد الله بن إدريس عن عاصم بن كليب، ليس فيه: ثم لم يعد . فهذا أصح لأن الكتاب أحفظ عند أهل العلم ؛ لأن الرجل يحدِّث بشيء ثم يرجع إلى الكتاب فيكون كما في الكتاب۔

قلت: ثم ساق البخاري بإسناده حديث ابن إدريس المشار إليه ؛ ثم قال:

"و هذا المحفوظ عند أهل النظر من حديث عبد الله بن مسعود". و قال ابن أبي حاتم في "العلل"۔ (٩٦/١)

"سألت أبي عن حديث رواه الثوري عن عاصم بن كليب [قلت: فذكره بلفظ: (فرفع يديه ثم لم يعد) ، ثم قال]؟ قال أبي: هذا خطأ، يقال: و هم فيه الثوري . وروى هذا الحديث عن عاصم جماعة فقالوا كلهم: إن النبي صلى الله عليه وسلم افتتح، فرفع يديه، ثم ركع فطبَّق و جعلها بين ركبتيه و لم يقل أحد ما رواه الثوري"۔

قلت: فقد أفصح أبو حاتم عن علة الحديث عنده؛ و هو ما يشير إليه كلام البخاري؛ و هو تفرد سفيان الثوري به!

و الجواب: أن سفيان ثقة حافظ فقيه عابد إمام حجة؛ كما في "التقريب"؛ فتفرده حجة، و توهيمه۔ لمجرد أنه روى مالم يرو غيره۔ جرأة في غير محلها! لا سيما و أن الظاهر أن حديثه هذا حديث مستقل عن حديث عبد الله بن إدريس؛ و إن شاركه في إسناده۔

و قد أعله بعض المتأخرين بتفرد و كيع به! و هذا خطأ أبين؛ فإن وكيعاً ـ مع أنه ثقة ـ؛ فقد تابعه عبد الله بن المبارك و معاوية بن هشام و موسى بن مسعود النّهدى و غيرهم؛ كما يأتى۔

و قد أعل الحديث بعلتين أُخريين، لا نسوّدُ الصفحة بحكايتهما و ردِّهما؛ لظهور بطلانهما ـ فمن أراد الوقوف على ذلك؛ فليراجع "نصب الرأية" (۱/۳۹۴-۳۹۶)، و "الجوهر النقى" (۲/۷۷-۷۸)، و قد ذكرا فيهما كلام ابن دقيق العيد فى "الإمام" و فيه يذهب إلى تقوية الحديث، و تبعاه فى ذلك۔

و الحديث أخرجه أحمد (رقم ۳۶۸۱و۴۲۱۱): حدثنا وكيع ...... به۔

و أخرجه الترمذى (۲/۴۰)– و قال: "حديث حسن"– ، و الطحاوى (۱/۱۳۲)، و البيهقى (۲-۷۸)، و ابن حزم (۴/۷۸) من طرق أخرى عن وكيع ...... به۔

و أخرجه النسائى (۱/۱۵۸) من طريق عبد الله بن المبارك عن سفيان ...... به۔

۷۳۴– و فى رواية ...... بإسناده بهذا؛ قال: فرفع يديه فى أول مرة (و قال بعضهم: مرة واحدة)۔

(قلت: إسناده صحيح على شرط مسلم، وقد صححه من ذكرنا فى الرواية الأولى)۔

إسناده: حدثنا الحسن بن على: نا معاوية و خالد بن عمرو و أبو حذيفة قالوا: ناسفيان ...... بإسناده۔

قلت: و هذا إسناد صحيح على شرط مسلم، و تقدم الكلام عليه فى

الرواية المتقدمة؛ و الحسن بن على: هو الخلال الحُلْوانى۔

و معاوية: هو ابن هشام القَصَّار الأَزْدى۔

و أبو حذيفة: هو موسى بن مسعود النهدى۔

و خالد بن عمرو: هو أبو سعيد الكوفى؛ و قد اتهم بالكذب۔

۷۳۵– عن أبى هريرة قال:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل فى الصلاة؛ رفع يديه مدّاً۔

(قلت: إسناده صحيح ، و كذا قال الحاكم، و وافقه الذهبى، و حسنه الترمذى)

إسناده: حدثنا مسدد: نا يحيى عن ابن أبى ذئب عن سعيد بن سمعان عن أبى هريرة .

قلت: و هذا إسناد صحيح، رجاله كلهم ثقات رجال البخارى؛ غير سعيد بن سمعان، و هو ثقة .

و الحديث أخرجه الامام أحمد (۲/۴۳۴): ثنا يحيى عن ابن أبى ذئب. و يزيد ابن هارون قال: أنا ابن أبى ذئب– المعنى–قال: ثنا سعيد بن سمعان قال:

أتانا أبو هريرة فى مسجد بنى زُرَيْقٍ قال:

ثلاث كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل بهن؛ تركهن الناس: كان يرفع يديه مدّاً إذا دخل فى الصلاة و يكبِّر كلما ركع و رفع، و السكوت قبل القراء ة يسأل الله من فضله– قال يزيد: يدعو و يسأل الله من فضله۔

و هكذا أخرجه النسائى (۱/۱۴۱)، و الحاكم (۱/۲۱۵)– و قال: "إسناده صحيح"، و وافقه الذهبى– من طرق أخرى عن يحيى ...... به۔

و أخرجه الطيالسي (رقم ٢٣٧٤): حدثنا ابن أبي ذئب ...... به۔

و من طريقه و طريق الحاكم: أخرجه البيهقي (٢/ ٢٧)

و أخرجه الحاكم (١/ ٢٣٤)، و أحمد (٢/ ٥٠٠) من طرق أخرى عن ابن أبي ذئب ...... به۔

و أخرجه الترمذي (٢/ ٦)، و الطحاوي (١/ ١١٥) من طرق أخرى عنه ...... به– القدر الذي روى المصنف منه– و قال الترمذي:

"حديث حسن"۔

و لا بن أبي ذئب فيه إسناد أخر؛ فقال الطيالسي (رقم ٢٥٦٢): حدثنا ابن أبي ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن أبي هريرة قال:

رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه مداً؛ يعني؛ في الصلاة۔

و هذا إسناد صحيح على شرط الشيخين۔ و من طريق الطيالسي: أخرجه البيهقي.

و أخرجه هكذا: الدارمي (١/ ٢٨١)، و أحمد (٢/ ٥٠٠) من طريق أخرى عن ابن أبي ذئب ...... به.

(صحیح سنن ابی داؤد (٣/ ٣٨٨ تا ٣٤٢) تألیف محمد ناصرالدین البانی)

باب: جس نے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا

احادیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

پہلی حدیث: نمبر ۳۳۷:

علقمہ نے بیان کیا ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں! (سکھاؤں! راوی نے) بیان کیا ہے کہ پھر انہوں نے نماز پڑھی تو صرف ایک بار رفع یدین کیا۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ اس کی اسناد صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے، اور ابن حزم نے کہا کہ یہ بلاشبہ صحیح ہے اور اس روایت کو امام ابن دقیق العید، امام زیلعی اور علامہ ترکمانی نے قوی (پختہ) قرار دیا ہے۔

اس کی سند یہ ہے:

حدثنا عثمان ابن ابی شیبہ، نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب، عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمۃ۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث طویل حدیث سے مختصر ہے اور یہ ان الفاظ سے صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ (امام ابوداؤد کی یہ بات صحیح نہیں کیونکہ) یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ میرے خیال کے مطابق امام ابوداؤد اور جس کسی نے اس حدیث میں جو علت بتائی ہے وہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ جن کی بناء پر یہ حدیث ضعیف ہو جائے۔ حق یہی ہے کہ بلاشک یہ حدیث صحیح ہے۔ جس طرح ابن حزم نے "المحلی ۴/ ۸۸" پر

کہا۔اورامام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا۔جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور شاید کہ امام ابوداوٗد نے ''حدیث طویل'' کے الفاظ سے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو عبداللہ بن ادریس از عاصم بن کلیب کے طریق سے ہے جو کہ پہلے باب میں گذر چکی ہے کہ اس میں "أنه لم یرفع الامرة" کے الفاظ نہیں ہیں۔تو راوی کا "الامرۃ" کا جملہ کہنا ان کے نزدیک صحیح نہ رہا۔اور امام بخاری نے کہا'' اور روایت بیان کی جاتے ہے از سفیان از عاصم بن کلیب از عبدالرحمٰن بن الاسود از علقمہ کہ فرمایا (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے، پھر اس حدیث کو ذکر کیا۔اور امام احمد بن حنبل نے یحییٰ بن آدم سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن ادریس از عاصم بن کلیب کی کتاب کو دیکھا ہے۔اس میں "ثم لم یعد" کے الفاظ نہیں ہیں۔تو یہ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ اہل علم کے نزدیک کتاب زیادہ حفاظت والی ہوتی ہے۔کیونکہ آدمی کوئی چیز (حدیث) بیان کرتا ہے، پھر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ کتاب کے مطابق ہوتی ہے۔

(جزء رفع الیدین صفحہ ۱۱،۱۲)

میں (البانی) کہتا ہوں، پھر بخاری نے اپنی سند سے ابن ادریس کی وہ حدیث درج کی، جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پھر کہا:

''اور یہ اہلِ نظر کے ہاں، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے محفوظ ہے''۔

اور ابن حزم نے ''العلل ۱/۹۶'' میں کہا: میں نے اپنے باپ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا جسے امام ثوری نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا۔میں نے کہا کہ انہوں نے "فرفع یدیه ثم لم یعد" (یعنی انہوں نے ایک بار سے زیادہ رفع یدین نہیں کیا) کے الفاظ سے بیان ہے، تو میرے باپ نے کہا: یہ خطاء ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس میں ثوری کو وہم ہوا ہے، یہ حدیث عاصم سے ایک جماعت

نے روایت کی تو انہوں نے کہا: بیشک نبی ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا، پھر رکوع کیا، تو تطبیق (اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل) کر کے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ان میں کسی ایک نے بھی وہ نہیں کہا جو ثوری نے روایت کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ ابوحاتم نے اپنے نزدیک حدیث کی علت کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے، اور وہ وہی ہے جس کی طرف امام بخاری کا کلام اشارہ کرتا ہے، اور وہ سفیان ثوری کا اس حدیث میں تفرد (منفرد ہونا) ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک سفیان ثقہ، حافظ، عابد، امام، حجت تھے، جیسا کہ ''التقریب'' میں ہے۔تو ان کا تفرد حجت ہے، اور ان کا وہم بتلانا محض اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے وہ الفاظ روایت کیے جو دوسرے نے روایت نہیں کیے، یہ بے جا جرأت ہے۔بالخصوص جبکہ بلاشبہ ظاہر ہے کہ بیشک ان کی یہ حدیث، عبداللہ بن ادریس کے مقابلہ میں ایک مستقل حدیث ہے، اگرچہ وہ اس کی اسناد میں شریک ہو گئے ہیں۔

❁ بعد میں آنے والے بعض حضرات نے اس میں وکیع سے تفرد کی علت بھی بیان کی ہے جو ایک واضح غلطی ہے۔کیونکہ بیشک وکیع ثقہ ہیں، باوجود اس کے عبداللہ بن مبارک، معاویہ بن ہشام، موسیٰ بن مسعود النہدی اور دوسرے راویوں نے ان کی متابعت کر رکھی ہے جیسا کہ آئے گا۔

❁ اور اس حدیث کی دو اور بھی علتیں بیان کی گئی ہیں۔جنہیں بیان کر کے اور ان کی تردید لکھ کر ہم صفحات سیاہ نہیں کرنا چاہتے۔کیونکہ ان دونوں کا باطل ہونا ظاہر ہے جو اس کو ملاحظہ کرنا چاہے وہ نصب الرایۃ ۱/۳۹۴، ۳۹۶ اور الجوہر النقی ۲/۷۷، ۷۸ کی طرف رجوع کرے۔ان دونوں (محدثین) نے اپنی ان کتب میں ابن دقیق العید کا کلام ذکر کیا ہے جو ''الامام'' میں بھی موجود ہے۔اور اس

میں وہ حدیث کی تقویت کی طرف گئے ہیں، اور ان دونوں اماموں (امام زیلعی اور امام ابن ترکمانی) نے اس میں ان کی پیروی کی ہے۔

۞ اور حدیث کو امام احمد نے (برقم ۳۲۸۱ و ۴۲۱۱) درج کیا ہے کہ ہمیں وکیع نے اپنی سند سے انہیں الفاظ سے حدیث بیان کی ہے۔

۞ اسے ترمذی نے روایت کیا (۲/۴۰) اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۞ امام طحاوی نے (شرح معانی الآثار ۱/۱۳۲ پر) روایت کیا ہے۔

۞ امام بیہقی نے (سنن کبریٰ ۲/۷۸ پر) نقل کیا ہے۔

۞ ابن حزم نے (المحلی بالآثار ۲/۷۸ پر) امام وکیع کی سند انہی الفاظ کے ساتھ ایک اور طریق سے روایت کیا ہے۔

۞ امام نسائی نے (سنن نسائی ۱/۱۵۸ پر) عبداللہ بن مبارک از سفیان ثوری انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث: نمبر ۷۳۴:

اور ایک روایت میں اسی سند سے یہ الفاظ ہیں۔ آپ نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ (اور بعض نے کہا کہ ایک بار رفع یدین کیا۔)

میں کہتا ہوں اس کی سند امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور اسے ان لوگوں نے صحیح قرار دیا ہے جن کا ذکر ہم نے پہلی روایت میں کر دیا ہے۔

اس کی سند یہ ہے، ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی، معاویہ اور خالد بن عمرو اور ابوحذیفہ نے، سب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان فرمائی سفیان نے اسی سند کے ساتھ۔

میں کہتا ہوں یہ اسناد مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ پہلی روایت میں اس پر کلام گزر چکا

ہے۔ حسن بن علی وہ الخلال الحلوانی ہے۔

معاویہ: وہ ابن ہشام الازدی ہے۔

ابوحذیفہ: وہ موسیٰ بن مسعود النہدی ہے۔

خالد بن عمرو: وہ ابوسعید الکوفی ہے۔ یہ متھم بالکذب ہے۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو ہاتھوں کو لمبا کر کے اٹھاتے۔

میں کہتا ہوں اس کی سند صحیح ہے، ایسے ہی امام حاکم نے کہا، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا۔

اس کی سند یہ ہے: ہم سے حدیث بیان کی مسدد، یحییٰ از ابن أبی ذئب از سعید بن سمعان از (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)۔

میں کہتا ہوں یہ اسناد صحیح ہے، اس کے تمام راوی، سب کے سب ثقہ، بخاری کے راوی ہیں، سوائے سعید بن سمعان کے، اور وہ (بھی) ثقہ ہے۔

۞ اس حدیث کو امام احمد نے (مسند احمد ۲/۴۳۴) پر بیان کیا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی یحییٰ نے از ابن أبی ذئب اور یزید بن ہارون نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابن أبی ذئب نے (اس کے مفہوم کے مطابق) انہوں نے کہا ہمیں سعید بن سمعان نے حدیث بیان کی کہ ہمارے پاس مسجد بنوزریق میں (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) تشریف، آپ نے فرمایا:

تین چیزیں ایسی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان پر عمل فرماتے تھے، لوگوں نے انہیں چھوڑ رکھا ہے آپ جب نماز میں داخل ہوتے تو ہاتھوں کو لمبا کر کے اٹھاتے، جب

کرتے اور کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور قراۃ سے پہلے اللہ سے اس کا فضل مانگتے تھے۔

یزید نے بیان کیا کہ دعا مانگتے اور اللہ سے اس کا فضل طلب کرتے۔

- ایسے ہی اسے امام نسائی نے (۱۴۱/۱) پر اور حاکم نے (۱/ ۲۱۵) پر روایت کیا اور کہا: اس کی اسناد صحیح ہیں اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ یحییٰ سے انہیں الفاظ کے ساتھ دوسری سند سے۔
- امام طیالسی نے (برقم: ۲۳۷۴) پر ابن اَبی ذئب سے یہی الفاظ بیان کیے۔

امام طیالسی اور حاکم کی سند سے امام بیہقی نے اسے (۲/ ۲۷) پر روایت کیا اور اسے حاکم نے (۱/۲۳۴) پر اور امام احمد نے (۲/ ۵۰۰) پر دوسری سند از ابن ابی ذئب، انہی الفاظ سے روایت کیا۔

- اسے امام ترمذی نے (ترمذی ۲/ ٦) پر اور امام طحاوی نے ان (ابن اَبی ذئب) سے دوسری سند سے یہی الفاظ روایت کیے، اتنی مقدار میں جس قدر مصنف (امام ابوداؤد بحستانی) نے ان سے بیان کیے۔ اور امام ترمذی نے کہا: حدیث حسن ہے۔
- ابن اَبی ذئب سے اس میں ایک اور سند (بھی) ہے، امام ابوداؤد طیالسی نے کہا: ہمیں حدیث بتائی ابن ابی ذئب نے از محمد بن عمرو بن عطاء از محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھوں کو لمبا کر کے اٹھاتے، یعنی نماز میں۔

اور یہ سند (بھی) بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

- اور امام طیالسی کے طریق سے ہی اسے امام بیہقی نے روایت کیا۔
- اسے اسی طرح امام دارمی نے (سنن دارمی ۱/ ۲۸۱) اور امام احمد نے (مسند احمد ۲/ ۵۰۰) پر ابن ابی ذئب سے انہی الفاظ سے دوسری سند سے بیان کیا ہے۔

مصنف کی دیگر کتب

- محققانہ فیصلہ
- تحقیقی محاسبہ
- آؤ میلاد منائیں
- کیا جشن میلاد النبی ﷺ غلو فی الدین ہے؟
- وہابیوں کا مروجہ جنازہ ثابت نہیں
- خطبات رمضان
- اہل جنت اہل سنت
- دعا بعد نماز جنازہ
- مختصر اسلامی نصاب
- قربانی
- صحابہ کرام اور مسلک اہلسنت
- طلاق ثلاثہ کی مخالفت کس دور میں ہوئی
- روئیداد مناظرہ گرجاکھ
- اسلام اور ولایت
- شرک کیا ہے؟
- یہ مسائل ثابت ہیں
- روئیداد مناظرہ توسل
- مسئلہ رفع یدین

ملنے کا پتہ
صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
6 مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
042-7115771-0333-8173630
0321-4761150